ماہنامہ
صراطِ مستقیم
برمنگھم
April 2024

وَمَن يَعْتَصِم بِاللَّهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ

صراطِ مستقیم برمنگھم

بیاد

مولانا فضل کریم عاصم رحمہ اللہ

مولانا محمود احمد میرپوری رحمہ اللہ

Vol: 44 No. 06 April 2024

Ramadan/Shawwal 1445 AH

جلد: 44 شمارہ: 06 اپریل 2024ء

رمضان/شوال: 1445ھ

فہرست مضامین

ناشر: مرکزی جمعیت اہل حدیث برطانیہ

Markazi Jamiat Ahl-e-Hadith UK

www.mjah.org.uk/siratemustaqeem

E-mail: info@mjah.org.uk

Correspondence Address:

SIRAT-E-MUSTAQEEM

20 Green Lane, Small Heath,

Birmingham B9 5DB

Tel: 0121 773 0019

Fax: 0121 766 8779

روزہ سے حاصل ہونے والے اسباق

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر بندر بن عبدالعزیز بلیلہ

الحمدللہ! ہر طرح کی حمد وثنا اللہ ہی کے لیے کیونکہ وہی حمد وثنا کے لائق ہے، وہی عبادت کے قابل ہے، اپنے پیروکاروں کی مدد اور نصرت فرمانے والا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ

اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ وہ واحد ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ ایسی گواہی جو صحیح معنوں میں اخلاص کے ساتھ اللہ کی وحدانیت کا معترف ہو۔ میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ اللہ نے فرشتوں کے آمد کے سلسلے میں تھوڑے توقف کے بعد آپ ﷺ کو بھیجا، تو آپ ﷺ کے ذریعے لوگوں کو راہِ ہدایت دکھائی۔ اللہ کی رحمتیں، برکتیں اور سلامتی ہو آپ ﷺ پر، آپ ﷺ کی آل پر، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اور آپ ﷺ کے نقش قدم پر چلنے والوں اور کامیابی کی راہ اختیار کرے والوں پر۔

بعدازاں! میں اپنے آپ کو اور آپ سب کو اللہ سے ڈرنے کی نصیحت کرتا ہوں۔ کیونکہ تقویٰ ہی سعادت کا راستہ ہے، اور برتری کی شاہراہ ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ﴾

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کا ساتھ دو۔" (سورۃ التوبہ:119)

اے مسلمانو! ماہِ رمضان آچکا ہے، اس کی خوبصورت چمک نے ہمیں چاروں طرف سے گھیر لیا ہے، اس کی خوشبو ہر طرف پھیل چکی ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"إذا دخَلَ رمضانُ فُتِّحَتْ أبوابُ الجَنَّةِ، وغُلِّقَتْ أبوابُ النارِ، وسُلسِلَتِ الشياطينُ"

"جب رمضان شروع ہوتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ آگ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں، اور شیطانوں کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے۔" (صحیح بخاری؛ صحیح مسلم)

رمضان لوگوں کو نصیب ہو جاتا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ یہ ان کے لیے ناگزیر ہے، ان کی روحیں اس سے بے نیاز ہو ہی نہیں سکتیں، کیونکہ یہ ان کے دلوں میں نیکی کی نہریں بہا دیتا ہے، ان کے نفسوں میں بھلائی کا مردہ احساس جگا دیتا ہے، اللہ کے ساتھ تعلق جو ماند پڑ گیا ہوتا ہے، اسے بھر سے بحال کر دیتا ہے، ان کی فطرتوں کو پھر سے پاکیزگی اور صفائی کی طرف لیجاتا ہے۔

رمضان نفس کے لیے تربیت گاہ ہے جو انہیں خواہشات سے بچنا سکھاتا ہے، روحوں کو آسمانوں تک بلند کر دیتا ہے، مال داروں اور فقیروں کے فرق کو نرمی اور شفقت کے ذریعے ختم کر دیتا ہے۔ اللہ کے بندو! رمضان کی نیکیوں میں سرفہرست روزے ہیں۔

حق تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم پر روزے فرض کر دیے گئے، جس طرح تم سے پہلے انبیا کے پیروؤں پر فرض کیے گئے تھے اس سے توقع ہے کہ تم میں تقویٰ کی صفت پیدا ہو گی۔" (سورۃ البقرہ:183)

اس کا پہلا ثمرہ تقویٰ ہے، جو روزہ دار کو نصیب ہوتا ہے، اور یہ ثمرہ کیا کم ہے؟ یہ روزہ دار کو اس لیے نصیب ہوتا ہے کہ روزہ اسے خواہشاتِ نفس سے بچا کر رکھتا ہے، اس لیے اس کے نفس میں انکساری پیدا ہو جاتی ہے، اس کی خواہشات زور توڑ جاتی ہیں، اور وہ تکبر اور دکھاوے سے دور ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے روزے کی شان بہت بلند فرمائی ہے، اس کے اجر کو بہت زیادہ اور وافر رکھا ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"كلُّ عملِ ابنِ آدمَ يُضاعَفُ، الحسنةُ عشرُ أمثالِها إلى سبعِ مئةِ ضِعفٍ، قال اللهُ -عزَّ وجلَّ-: إلا الصومَ فإنه لي وأنا أجزي به، يَدَعُ شهوتَه وطعامَه من أجلي"

"ابن آدم کی ہر نیکی کا اجر بڑھایا جاتا ہے، ایک نیکی کا اجر دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: سوائے روزے کے۔ وہ تو میرے لیے ہوتا ہے اور میں ہی اس کا اجر دوں گا۔ بندہ میری خاطر خواہشات اور کھانا چھوڑ دیتا ہے۔" (صحیح بخاری؛ صحیح مسلم)

روزہ داروں کے لیے ایک خاص دروازہ ہے، جس سے وہ جنت جائیں گے، ان کے سوا اس دروازے سے جنت میں کوئی نہیں جائے گا۔ سیدنا سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "إنَّ في الجنةِ بابًا يُقالُ له الريانُ، يَدخُلُ منه الصائمونَ يومَ القيامةِ، لا يدخلُ منه أحدٌ غيرُهُم، فإذا دخلوا أُغلِقَ فلم يدخُل منه أحدٌ" (صحیح بخاری؛ صحیح مسلم)

"جنت میں ایک دروازہ ہے، جس کا نام الریان ہے،

روزِ قیامت اس میں سے صرف روزے دار ہی داخل ہوں گے، ان کے سوا اس دروازے سے جنت میں کوئی نہیں جائے گا۔ جب وہ چلے جائیں گے تو اسے بند کر دیا جائے گا اور پھر کوئی نہیں جائے گا۔"

مدرسۂ صیام سے روزہ داروں کو جو فوائد حاصل ہوتے ہیں ان میں اولیں چیز توحید کی تکمیل ہے، اللہ کی یاد کو دل میں راسخ کرنا ہے۔ روزہ ایک ایسی مخفی عبادت ہے جس کی حقیقت صرف اللہ ہی جانتا ہے، اس لیے اس کے اثرات روزہ دار کے نفس، حالات اور معمول پر ہوتے ہیں۔

رمضان میں قرآن کریم کی تلاوت بھی ہوتی ہے، روزہ دار دن رات اسے اپنے ہونٹوں پر جاری رکھتا ہے، رکھے بھی کیوں نہ؟ جبکہ رمضان ہے ہی ماہِ قرآن، اسی میں وہ نبی کریم ﷺ پر نازل ہوا تھا۔

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ﴾

"رمضان وہ مہینہ ہے، جس میں قرآن نازل کیا گیا جو انسانوں کے لیے سراسر ہدایت ہے اور ایسی واضح تعلیمات پر مشتمل ہے۔" (سورۃ البقرہ:185)

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: "يلقى جبريل - عليه السلام- كل ليلة، فيدارسه القرآن."

"اس کی ہر رات میں جبریل سے ملتے اور قرآن کا دور کرتے۔" (صحیح بخاری؛ صحیح مسلم)

رمضان تہجد گزاری کا مہینہ بھی ہے۔ ایمان کے ساتھ اور اجر کی خاطر جو اس کی راتوں میں تہجد پڑھتا ہے، اللہ نے اسے تمام گناہوں کی معافی کی ضمانت دی ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مَنْ قام رمضانَ إيمانًا واحتسابًا غُفِرَ له ما تقدَّم من ذنبه"

"جو ایمان کے ساتھ اجر کی خاطر رمضان کی راتوں میں تہجد گزاری کرتا ہے، اس کے پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔" (صحیح بخاری؛ صحیح مسلم)

اللہ مجھے اور آپ کو قرآن عظیم سے برکت عطا فرمائے! اس میں آنے والی آیات اور ذکر حکیم سے فائدہ حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے! میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ اپنے لیے، آپ کے لیے اور تمام مسلمانوں کے لیے ہر گناہ کی معافی مانگتا ہوں۔ آپ بھی اسی سے معافی مانگو۔ یقیناً! وہ معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

دوسرا خطبہ

ہر طرح کی حمد و ثنا اللہ تعالیٰ کیلئے ہے، جو صاحب فضل و نوازش ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں۔ وہ واحد ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ صرف وہی عزت اور کبریائی والا ہے۔ وہی بلندی اور ہیشگی والا ہے۔ میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے خاتم الانبیاء اور سید الاتقیاء ہیں۔ اللہ کی رحمتیں، برکتیں اور سلامتی ہو آپ ﷺ پر، اہل بیت پر، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اور بعث وجزاء کے دن تک ان کی پیروی کرنے والوں پر۔

بعد ازاں! اے مؤمنو! اس مہینے میں بہت سی عطاؤں سے اللہ نے آپ کو نوازا ہے، اس میں وہ بہت مہربانیاں فرماتا ہے۔ جو اس موسم میں بھی منافع نہ کمائے، پھر وہ کب منافعہ کمائے گا؟ جو اس میں بھی خیر کا سامان جمع نہ کرے، وہ آخر پھر کب کرے گا؟ جو اس میں بھی اپنے رب سے توبہ نہ کرے، تو پھر وہ کب تک برائیوں میں بڑھتا جائے گا اور آخر کب اپنی اصلاح کرے گا؟ حدیث میں آتا ہے:

"رَغِمَ أنفُ رجلٍ دخَل عليه رمضانُ ثم انسَلَخَ قبلَ أن يُغفَرَ لَهَ."

"وہ شخص ذلیل ورسوا ہو، جو رمضان کو پالے اور اپنے گناہ معاف کرائے بغیر اسے گزار دے۔" (جامع ترمذی)

سنو! درود وسلام بھیجو اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں بہترین ہستی پر، جو وحی الٰہی کے امانت دار ہیں، محمد بن عبد اللہ، اللہ کے رسول ﷺ پر۔

اے اللہ! رحمتیں، برکتیں اور سلامتی نازل فرما آپ ﷺ پر، آپ ﷺ کے نیک اور پاکیزہ اہل بیت پر، آپ ﷺ کی بیویوں، امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن پر۔

اے اللہ! چاروں خلفائے راشدین سے راضی ہو جا! وہ اصحاب ہدایت ائمہ، ابو بکر، عمر، عثمان اور علی سے، تمام اہل بیت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے راضی ہو جا۔ تابعین پر اور قیامت تک استقامت کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والوں پر۔

اے سب سے بڑھ کر کرم نوازی فرمانے والے! اپنی رحمت اور کرم سے ہم پر بھی رحمتیں نازل فرما۔

اے اللہ! اسلام اور مسلمانوں کو عزت عطا فرما! دین کے مرکز کی حفاظت فرما! اپنے مومن بندوں کی نصرت فرما! اے اللہ! تمام مسلمانوں کی پریشانیاں دور فرما! مصیبت زدہ مسلمانوں کی مصیبتیں دور فرما۔ قرض داروں کے قرض ادا فرما۔ ہمارے اور تمام مسلمانوں کے بیماروں کو شفا عطا فرما! اپنی رحمت سے، اے سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والے! اے اللہ! ہمیں ہمارے ملکوں میں امن نصیب فرما! ہمارے حکمرانوں اور اماموں کی اصلاح فرما! حق کے ساتھ ہمارے حکمران اور امام کی تائید فرما۔ اے اللہ! اے پروردگار عالم! اسے اور اس کے ولی عہد کو ان کاموں کی توفیق عطا فرما جن میں ملک اور قوم کی فلاح و بہبود ہے۔ اے اللہ! سرحد پر تعینات فوجی جوانوں کے نشانے درست فرما۔ اے اللہ! تو ان کا معین اور نصرت کرنے والا بن جا۔ ان کی تائید کرنے والے اور نصرت کرنے والا بن جا۔ اے اللہ! ہمارے روزے اور تہجد گزاری قبول و منظور فرما! اپنی خوشنودی اور قرب سے نواز کر ہم پر مہربانی فرما۔ اے زندہ وجاوید! اے رب ذوالجلال!

﴿سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ * وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ﴾

"پاک ہے تیرا رب، عزت کا مالک، اُن تمام باتوں سے جو یہ لوگ بنا رہے ہیں اور سلام ہے مرسلین پر۔" (سورۃ الصافات:180-181)

اور ہماری ہر بات کا خاتمہ اسی پر ہے کہ ساری تعریف اللہ ربّ العالمین ہی کے لیے ہے۔

زکوٰۃ کے احکام و مسائل

حافظ زبیر خالد مرجالوی

إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ، نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ، مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ،أَمَّا بَعدُ فَأَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾(سورۃ البقرۃ:277)

ارکان اسلام میں نماز کے بعد دوسرا اہم ترین رکن زکوٰۃ ہے۔ قرآن حکیم میں 82 مقامات وہ ہیں جہاں نماز اور زکوٰۃ کی فرضیت کا حکم یکجا وارد ہوا ہے۔ شریعت مطہرہ میں زکوٰۃ کی اہمیت کا اندازہ تنہا اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ اس دنیا سے رخصت ہوئے تو سرزمین عرب میں ہر طرف فتنے سر اٹھانے لگے جن سے اسلامی ریاست کو نازک ترین صورت حال اور بحران کا سامنا کرنا پڑا تو اپنی سنگینی کے اعتبار سے سب سے بڑا چیلنج منکرین زکوٰۃ کا تھا۔ اسلامی تاریخ کے اس انتہائی نازک لمحے میں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کمال جرأت ایمانی سے اکثر صحابہ کے مشوروں کے علی الرغم اس بات کا ببانگ دہل اعلان کیا کہ جو کوئی نماز اور زکوٰۃ میں کسی قسم کی تفریق اور امتیاز روا رکھے گا میں اس کے خلاف جہاد کروں گا۔ چنانچہ امیر المؤمنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے باغیوں کے خلاف کھلم کھلا جہاد کیا اور ان کی تلوار اس وقت تک نیام میں نہ آئی جب تک منکرین زکوٰۃ کی برپا کی ہوئی شورش پوری طرح فرو نہ ہو گئی۔

زکوٰۃ کا بنیادی مقصد اپنے نفس کو ان آلائشوں سے پاک کرنا ہے جو مال کی محبت، بخل اور دولت مندی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں اور ساتھ میں اپنے معاشرے کے ان لوگوں کو مضبوط کرنا جو مالی طور پر مستحکم نہ ہوں۔

چونکہ زکوٰۃ کا ماہ رمضان کے ساتھ ایک خاص تعلق ہے، لوگ اس ماہ مبارک میں اپنے مال سے زکوٰۃ ادا کرتے ہیں تو اس مناسبت سے ہم زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم، نہ دینے والوں کا بھیانک انجام، زکوٰۃ کے احکام و مسائل اور مصارف زکوٰۃ کے بارے میں تفصیل بیان کریں گے۔

زکوٰۃ کے فوائد و ثمرات

1۔ زکوٰۃ اسلام کا رکن ہے:

دین کے جن پانچ کاموں کو اسلام کے رُکن کی حیثیت حاصل ہے ان میں زکوٰۃ بھی ایک اہم رکن ہے جس کی ادائیگی کے بغیر اسلام مکمل نہیں ہوتا۔ جیسا کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:«بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ: شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، وَالْحَجِّ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ» (صحیح بخاری:9؛ صحیح مسلم:111)

”اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہیں: اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔“

2۔ زکوٰۃ کی ادائیگی ایمان کی دلیل:

دین اسلام میں زکوٰۃ کو اس قدر اہمیت حاصل ہے کہ اس کی ادائیگی کے بغیر انسان کا نہ ایمان مکمل ہوتا ہے اور نہ دینی اخوت قائم ہوتی ہے۔ چنانچہ فرمان ربانی ہے:﴿فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ﴾(سورۃ التوبہ:11)

”سو اگر وہ توبہ کریں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔“

3۔ ایمانی لذت کا باعث

اگر آپ ایمان کی لذت حاصل کرنا چاہتے ہیں، اور چاہتے ہیں کہ ہمارا ایمان ہمیں سکون اور راحت پہنچائے تو اپنے مال سے زکوٰۃ کی ادائیگی کرنا ہوگی۔ چنانچہ سیدنا عبداللہ بن معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«ثلاث من فعلهن فقد طعم طعم الإيمان: من عبد الله وحده وأنه لا إله إلا الله وأعطى زكاة ماله طيبة بها نفسه»

”تین کام ایسے ہیں جس نے وہ کر لیے اس نے ایمان کا ذائقہ چکھ لیا: جس نے اکیلے اللہ کی عبادت کی اور وہ (یہ عقیدہ رکھا کہ) یقیناً اس کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور دلی خوشی سے اپنے مال کی زکوٰۃ دی۔“(صحیح الجامع:3041 سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ:1046)

4۔ خوف و غم سے حفاظت کا سبب:

دنیا میں امن و سکون سے زندگی گزارنے کا ایک طریقہ اپنے مال سے زکوٰۃ کی ادائیگی کرنا بھی ہے اور یہ سکون صرف دنیا تک ہی محدود نہیں ہوگا، بلکہ آخرت میں بھی انسان کو سکون نصیب ہوگا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾(سورۃ البقرۃ:277)

”یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے، نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی، ان کے لیے ان کے رب کے ہاں

اجر ہے، نہ ان پر کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غم زدہ ہوں گے۔"

5۔کامیابی کی ضمانت:

زکوۃ کی ادائیگی حقیقی کامیابی کی ضمانت ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ 0 أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِنْ رَبِّهِمْ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾

"جو لوگ نماز قائم کرتے ہیں، زکوۃ ادا کرتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ یہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔" (سورۃ لقمان:54)

6۔حصول جنت کا موجب:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور اس نے کہا: مجھے کوئی ایسا عمل بتلائیے کہ جسے کرنے سے مجھے جنت میں داخلہ مل جائے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«تَعْبُدُ اللهَ لَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا، وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ الْمَكْتُوبَةَ، وَتُؤَدِّي الزَّكَاةَ الْمَفْرُوضَةَ،وَتَصُومُ رَمَضَانَ»

"تو اللہ کی عبادت کر، اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت ٹھہرا، فرض نماز قائم کر، فرض زکوۃ کی ادائیگی کر اور ماہ رمضان کے روزے رکھ۔"

اس دیہاتی نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں ان اعمال سے زیادہ نہیں کروں گا۔ جب وہ واپس مڑا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ، فَلْيَنْظُرْ إِلَى هَذَا»

"جس کو خواہش ہو کہ وہ جنتی آدمی کو دیکھے، اسے چاہیے کہ وہ اس کو دیکھ لے۔" (صحیح بخاری:1397)

7۔صدقہ وزکوۃ سے مال میں کمی واقع نہیں ہوتی:

پورے دنیا کا سروے کر لیا جائے اور ساری دنیا کے مال لوگوں کی زندگی کو دیکھ لیا جائے اللہ نے صرف اس شخص کو زیادہ مال سے نوازا ہے جو لوگوں میں خرچ کرتا ہے۔ خرچ کرنے سے مال بڑھتا ہے، مال میں کبھی کمی واقع نہیں ہوتی۔ جیسا کہ

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ، وَمَا زَادَ اللهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ، إِلَّا عِزًّا، وَمَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِلَّهِ إِلَّا رَفَعَهُ اللهُ»

"صدقہ کسی مال کو کم نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ معاف کرنے کی وجہ سے بندے کی عزت ہی بڑھاتا ہے اور جو کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے لیے جھکتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اسے بلند کر دیتے ہیں۔" (صحیح مسلم:2588)

8۔زکوۃ مال کا شر ختم کرتی ہے:

مال بسا اوقات انسان کے لیے شر لاتا ہے۔ مال کی وجہ سے انسان کے لیے بسا اوقات پریشانیاں اور مصیبتیں آتی ہیں۔ مگر اللہ کے راہ میں مال خرچ کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس شر کو ختم کر کے مال میں خیر وبرکت نازل فرما دیتا ہے۔ چنانچہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«قال رجل يا رسول الله أرأيت إن أدى الرجل زكاة ماله فقال رسول الله ﷺ: «من أدى زكاة ماله فقد ذهب عنه شره »

"ایک آدمی نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! مجھے بتائیے، اگر آدمی اپنے مال کی زکوۃ ادا کرے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنے مال کی زکوۃ ادا کی تو یقیناً اس سے اس (مال) کا شر چلا گیا۔" (صحیح الترغیب:743)

9۔صدقہ وخیرات سے اللہ کا غضب ختم ہو جاتا ہے:

انسان ہونے کے ناطے انسان سے غلطیاں ہوتی رہتی ہیں جن سے اللہ ناراض ہوتا ہے اور ان غلطیوں کی سزا بسا اوقات اللہ انسان کو دنیا میں بھی دے دیتا ہے۔ اللہ کو راضی کرنے کے جو اسباب ہیں ان میں سے ایک سبب مال سے زکوۃ ادا کرنا بھی ہے۔ چنانچہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

صدقة السر تطفىء غضب الرب

"بلاشبہ صدقہ پروردگار کا غضب ختم کر دیتا ہے۔" (سلسلہ احادیث صحیحہ:1908)

10۔صدقہ روز قیامت مومن پر سائبان ہوگا:

روز قیامت جب سورج انسان کے بہت قریب آجائے گا۔ گرمی انسان کو ستا رہی ہوگی، گرمی کے باعث لوگ اپنے گناہوں کے سبب پسینے میں ڈوبے ہوئے ہوں گے۔ ایسی صورت میں صدقہ انسان کے اوپر سائبان کا کام کرے گا اور انسا کو دھوپ سے بچا کر سایہ مہیا کرے گا۔

چنانچہ سیدنا مرثد بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنّ ظِلَّ الْمُؤْمِنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَدَقَتُهُ

"بلاشبہ روز قیامت مومن پر اس کا صدقہ سایہ کرے گا۔" (مسند احمد:579.29(18043)

زکوۃ نہ دینے والوں کا انجام

چونکہ زکوۃ ادا کرنا دین اسلام کے بنیادی ارکین میں شامل ہے اور وہ لوگ جو زکوۃ ادا نہیں وہ مسلمانوں کی دینی بھائی نہیں ہوسکتے، جیسا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ﴾ (سورۃ التوبہ:11)

"سو اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز کے پابند ہو جائیں اور زکوۃ ادا کریں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔"

اسی طرح مانعین زکوۃ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہنم کی وعید سنائی ہے، جیسا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مانع الزكاة يوم القيامة في النار

"زکوۃ ادا نہ کرنے والا روز قیامت آگ میں ہوگا۔" (صحیح الترغیب:762)

اس اخروی عقوبت کے علاوہ اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی

ایسے لوگوں کو سزا دیتا ہے جو اللہ کے دیے ہوئے مال سے زکوۃ ادا نہیں کرتے۔ جیسا کہ فرمان نبوی ہے:

مَا مَنَعَ قَوْمٌ الزَّكَوةَ إِلَّا ابْتَلَاهُمُ اللهُ بِالسِّنِينَ

”جو قوم بھی زکوۃ سے انکار کرتی ہے، اللہ تعالیٰ اسے بھوک اور قحط سالی میں مبتلا کر دیتا ہے۔“ (صحیح الترغیب للألباني:1/467)

ایک دوسری حدیث میں ہے:

«وَلَمْ يَمنعُوا زَكَاةَ أَمْوَالِيم الّا مَنَعُوا القَطرَ مِنَ السَّمَا وَلَو لَا البَهَائِمَ لَم يمطروا»

”جو لوگ اپنے مالوں کی زکوۃ ادا نہیں کرتے وہ باران رحمت سے محروم کر دیے جاتے ہیں۔ اگر چوپائے نہ ہوں تو ان پر کبھی بھی بارش کا نزول نہ ہو۔“ (سنن ابن ماجہ:4019)

روپے پیسے کی زکوۃ نہ دینے والا:

جو لوگ دنیا میں رہتے ہوئے اپنا بینک بیلنس بڑھاتے رہتے ہیں۔ ان کی زندگی کا مقصد ہی مال کو جمع کرنا ہے، مگر مال جمع کرنے کے ساتھ ساتھ وہ اللہ کی راہ میں اپنے مال سے زکوۃ ادا نہیں کرتے، ان کے بارے میں رب تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَّهُم بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ (سورۃ آل عمران:180)

”جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے کچھ عطا کیا ہے اس میں وہ اپنی کنجوسی کو اپنے لیے بہتر نہ سمجھیں بلکہ وہ ان کے لیے بدترین ہے۔ عنقریب روز قیامت یہ اپنی کنجوسی کی وجہ سے کے طوق ڈالے جائیں گے۔ آسمانوں اور زمین کی وراثت اللہ ہی کے لیے ہے اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ تعالیٰ اس سے باخبر ہے۔“

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

«مَنْ آتَاهُ اللَّهُ مَالًا، فَلَمْ يُؤَدِّ زَكَاتَهُ مُثِّلَ لَهُ مَالُهُ يَوْمَ القِيَامَةِ شُجَاعًا أَقْرَعَ لَهُ زَبِيبَتَانِ يُطَوَّقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، ثُمَّ يَأْخُذُ بِلِهْزِمَتَيْهِ - يَعْنِي بِشِدْقَيْهِ - ثُمَّ يَقُولُ أَنَا مَالُكَ أَنَا كَنْزُكَ» (صحیح بخاری:1403)

”قیامت کے روز زکوۃ ادا نہ کرنے والوں کا مال و دولت گنجا سانپ (یعنی انتہائی زہریلا) بن جائے گا اس کی آنکھوں کے پاس دو سیاہ نقطے ہوں گے پھر وہ سانپ اس کے دونوں جبڑوں سے اسے پکڑے گا اور کہے گا: میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں۔“

سونا و چاندی کی زکوۃ نہ دینے والا:

سونا اور چاندی کی زکوۃ نہ ادا کرنے والوں کے بارے میں رب تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ 0 يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ هَٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنتُمْ تَكْنِزُونَ ﴾ (سورۃ التوبہ:36-37)

”اور جو لوگ سونے چاندی کا خزانہ رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، انہیں دردناک عذاب کی خبر پہنچا دیجیے، جس دن اس خزانے کو آتش دوزخ میں تپایا جائے گا پھر اس سے ان کی پیشانیاں اور پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی (ان سے کہا جائے گا) یہ ہے جسے تم نے اپنے لئے خزانہ بنا کر رکھا تھا۔ پس اپنے خزانوں کا مزہ چکھو۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَا مِنْ صَاحِبِ ذَهَبٍ وَلَا فِضَّةٍ، لَا يُؤَدِّي مِنْهَا حَقهَا، إِلَّا إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ، صُفْحَتْ لَهُ صَفَاحُ مِنْ نَارٍ، فَأَحْيَ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ، فَيُكْوَى بِهَا جَنْبُهُ وَجَبِينُهُ وَظَهْرُهُ، كُلَّمَا بَرَدَتْ أُعِيدَتْ لَهُ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ، حَتَّى يُقْضَى بَيْنَ الْعِبَادِ (صحیح مسلم:987، سنن ابی داؤد:1158)

”جس شخص کے پاس بھی سونا چاندی ہے اور وہ زکوۃ ادا نہیں کرتا تو روز قیامت اس کے لیے سونے چاندی کے پترے آگ سے بنائے جائیں گے، دوزخ کی آگ میں انہیں تپایا جائے گا پھر ان پتروں سے اس کے پہلوؤں، اس کی پیشانی اور اس کی کمر کو داغا جائے گا۔ پچاس ہزار سال کے دن میں بندوں میں فیصلے ہونے تک جب بھی ان پتروں کو (اس کے بدن سے) دوزخ کی جانب پھیرا جائے گا، ان کو اس (کے جسم) کی طرف (تسلسل کے ساتھ) لوٹایا جائے گا۔“

اونٹوں کی زکوۃ نہ دینے والا:

آپ ﷺ سے سوال کیا گیا اے اللہ کے رسول! اونٹوں کا کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

”جو اونٹوں والا اونٹوں کی زکوۃ ادا نہیں کرتا، جب کہ اونٹوں کے بارے میں یہ حق بھی (مستحب) ہے کہ جس دن ان کو پانی پلانے کے لیے لے جایا جائے ان کا دودھ دھو کر (فقرا و مساکین میں) تقسیم کیا جائے تو جب قیامت کا دن ہو گا تو زکوۃ نہ دینے والے اونٹوں کے مالک کو (چہرے کے بل) اونٹوں کے (پامال کرنے کے لیے چٹیل میدان میں گرا دیا جائے گا، اونٹ پہلے سے زیادہ موٹے تازے اور کثیر تعداد میں ہوں گے ان میں سے کوئی بچہ بھی غائب نہیں ہو گا۔ چنانچہ اونٹ اپنے مالک کو اپنے پاؤں سے روندیں گے اور اپنے دانتوں کے ساتھ کاٹیں گے جب اس پر سے پہلا دستہ گزرے گا، پھر اس پر سے دوسرا دستہ گزرے گا (یعنی یہ عمل تسلسل سے اس روز تک قائم رہے گا) جس کی مدت پچاس ہزار سال کے برابر ہے یہاں تک کہ بندوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے گا اور یہ ہر شخص اپنے مقام کا ملاحظہ کر لے گا کہ وہ جنت میں ہے یا جہنم میں۔“ (صحیح مسلم: 987، سنن ابی داؤد: 1658)

گائے کی زکوۃ نہ دینے والا:

پھر سوال کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! گائے اور

بکریوں کا کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

”گائے بکریوں کا جو مالک بھی ان کی زکوۃ ادا نہیں کرتا تو قیامت کے دن اس کو ان کے لیے چٹیل میدان میں (منہ کے بل) گرایا جائے گا، جانوروں میں سے کوئی غائب نہیں ہوگا ان میں زخم دار سینگوں والا اور ٹوٹے ہوئے سینگوں والا کوئی جانور نہ ہوگا۔ جانور اس کو سینگ ماریں گے اور کھروں کے ساتھ اسے پامال کریں گے جب اس پر پہلا دستہ گزرے گا تو اس پر آخری دستہ (اس روز تک تسلسل کے ساتھ گزرتا رہے گا جس کی مدت پچاس ہزار سال کے برابر ہے یہاں تک کہ انسانوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے گا تو ہر شخص اپنا ٹھکانا دیکھ لے گا کہ جنت میں ہے یا دوزخ میں۔“(صحیح مسلم:987، سنن أبي داود:1658)

وہ اشیاء جن پر زکوۃ واجب ہے

سب سے پہلے تو یہ جانا ضروری ہے کہ زکوۃ دینے کی شروط کونسی ہیں، تو یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے۔ اس کی دو شرطیں ہیں:

1۔ وہ مال نصاب کو پہنچ جائے۔

2۔ اس پر سال گزر جائے۔

جس مال میں یہ شروط پائی گئیں، اس کی زکوۃ دینا فرض ہو جائے گا۔ اب ہم بتاتے ہیں کہ کس کس چیز پر زکوۃ دینا فرض ہے:

1۔ سونا (جس کا نصاب ساڑھے سات تولہ ہو):

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

فَإِذَا كَانَ لَكَ عِشْرُونَ دِينَارًا، وَحَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ، فَفِيهَا نِصْفُ دِينَارٍ

”سو جب تیرے پاس 20 دینار ہوں اور ان پر سال گزر جائے تو ان میں نصف دینار زکوۃ دینا فرض ہے۔“(سنن ابي داود:1573)

موجودہ دور کے حساب سے ساڑھے سات تولے سونا بنتا ہے، اور اگر اسے گراموں میں دیکھا جائے تو قریبا 85 گرام بنتا ہے۔ زکوۃ نکالنے کا طریقہ یہ ہو گا کہ جب سونا ساڑھے سات تولے یا اس سے زیادہ ہو جائے گا تو زکوۃ دیتے وقت فی تولہ سونے کی قیمت معلوم کر لی جائے اور جتنی رقم بنے اس میں اڑھائی فیصد (فی ہزار، 25روپے) کے حساب سے زکوۃ ادا کر دے۔

2۔ چاندی (جس کا نصاب ساڑھے باون تولہ ہو):

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«فَإِذَا كَانَتْ لَكَ مِائَتَا دِرْهُمٍ، وَحَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ، فَفِيهَا خَمْسَةُ دَرَاهِمَ»

”جب تیرے پاس دو سو درہم ہو جائیں اور ان پر سال بھی گزر جائے تو ان میں پانچ درھم (زکوۃ) دینا ہے۔“(صحیح سنن ابی داؤد:1573)

200 دینار میں سے پانچ درہم زکوۃ دینا فرض ہے اور یہ تقریبا 52 تولے چاندی بنتی ہے۔ جب آدمی کے پاس 52 تولے چاندی ہو تو اس کا چالیسواں حصہ زکوۃ دینا فرض ہے۔ روپے پیسے اور ریال ڈالر وغیرہ کی زکوۃ بھی چاندی کے حساب سے ہی ادا کی جائے گی۔ موجودہ دور کے حساب سے اگر چاندی کی زکوۃ نقدی میں دینی ہو، تو ساڑھے 52 تولے چاندی کی جتنی رقم بنتی ہو (مثلا اتنی چاندی 6 ہزار میں آتی ہو تو اڑھائی فیصد کے حساب سے 6 ہزار میں ڈیڑھ سو روپے زکوۃ بنے گی۔

3۔ مال تجارت (جس کا نصاب ساڑھے باون تولہ چاندی کے برابر ہو)

ایک حدیث پیش کی جاتی ہے:

فَإِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَأْمُرُنَا أَن نُخْرِجَ الصَّدَقَةَ مِنَ الَّذِينَ نُعِدُّ لِلْبَيعِ»

”رسول اللہ ﷺ ہمیں حکم دیا کرتے تھے کہ ہم ہر اس سامان میں سے زکوۃ نکالیں، جو تجارت کے لیے تیار کریں۔“(ضعیف سنن أبي داود:1562)

یہ روایت سند کے اعتبار سے اگرچہ ضعیف ہے مگر جمہور علما سامان تجارت کو اموال ہی میں شمار کر کے تجارتی سامان میں بھی زکوۃ کا اثبات کرتے ہیں۔ سامان تجارت کی زکوۃ ادا کرنے کا طریقہ کار یہ ہے کہ سال بسال جتنا تجارتی مال دکان، مکان، یا گودام وغیرہ میں ہو، اس کو بھی شمار کر لیا جائے۔ نقد رقم کاروبار میں لگا (یعنی زیر گردش) اور سامان تجارت کی تخمینی قیمت، سب ملا کر جتنی رقم ہو اس پر اڑھائی فیصد کے حساب سے زکوۃ ادا کر دی جائے۔

تاہم کوئی مال تجارت اسی طرح کا ہو کہ وہ اکٹھا خریدا، پھر وہ سال یا دو سال فروخت نہیں ہوا، تو اس مال کی زکوۃ اس کے فروخت ہونے پر صرف ایک سال کی ادا کی جائے گی، وگرنہ عام مال جو دکان میں فروخت ہوتا رہتا ہے اور نیا اسٹاک آتا رہتا ہے، وہاں چونکہ فردا فردا ایک ایک چیز کا حساب مشکل ہو جاتا ہے، اس لیے سال بعد سارے مال کی بہ حیثیت مجموعی قیمت کا اندازہ کر کے زکوۃ دے دی جائے۔ (واللہ اعلم)

اگر کوئی رقم کسی کاروبار میں منجمد ہو گئی ہو، جیسا کہ بسا اوقات ایسا ہو جاتا ہے اور وہ رقم دو تین سال یا اس سے بھی زیادہ دیر تک پھنسی رہتی ہے، یا کسی ایسی پارٹی کے ساتھ آپ کو معاملہ پیش آجاتا ہے کہ کئی سال آپ کو رقم وصول نہیں ہوتی تو ایسی ڈوبی ہوئی رقم کی زکوۃ سال بہ سال دینی ضروری نہیں۔ جب رقم وصول ہو جائے، اس وقت ایک سال کی زکوۃ ادا کر دی جائے، وہ جب بھی وصول ہو۔(واللہ اعلم)

یاد رکھیے! ایسا گھریلو سامان جو زائد از ضرورت ہو، اس پر بھی زکوۃ دینا پڑے گی کیونکہ یہ بھی ایک قسم کا پڑا ہوا مال ہے۔

4۔ گائے، اونٹ بھینس اور بکریاں وغیرہ:

مویشیوں کی زکوۃ کی تفصیل پیش خدمت ہے:

1۔ اونٹوں کی زکوۃ:

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ ذَوْدٍ صَدَقَةٌ مِنَ الْإِبِلِ»(صحیح بخاری:1447)

"پانچ اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ نہیں۔"

اونٹ کی تفصیلی زکوۃ کے حوالہ سے سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ 5 اونٹ سے لے کر 24 اونٹوں تک ہر پانچ کے بعد ایک بکری

25 سے لے کر 35 اونٹوں تک ایک سال کی اونٹنی

36 سے لے کر 45 انٹوں تک دو برس کی اونٹنی

46 سے لے کر 60 اونٹوں تک تین برس کی اونٹنی جو جفتی کے قابل ہو۔

61 سے لے 75 اونٹوں تک چار برس کی اونٹنی

76 سے لے کر 90 اونٹوں تک دو برس کی دو اونٹنیاں

91 سے لے کر 120 اونٹوں تک تین تین برس کی دو اونٹنیاں

120 سے زائد ہو تو ہر چالیس پر دو برس کی اور ہر پچاس پر تین برس کی اونٹنی۔ (صحیح البخاری:1354)

2۔ گائے کی زکوۃ:

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«فِي ثَلَاثِينَ مِنَ البَقَرِ تَبِيعٌ أَوْ تَبِيعَةٌ، وَفِي كُلِّ أَرْبَعِينَ مُسِنَّةٌ»

"ہر تیس گایوں میں ایک سالہ بچھڑا یا بچھڑی (زکوۃ) ہے اور چالیس گایوں میں دو دانت کا (دو سالہ) جانور ہے۔" (جامع ترمذی:622؛ سنن ابن ماجہ:1804)

بعض علمانے گائے پر قیاس کرتے ہوئے بھینس اور بھینسے کی زکوۃ بھی بیل اور گائے کی طرح بیان کی ہے۔

4۔ بکریوں کی زکوۃ:

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"بکریوں کی زکوۃ کے متعلق حکم یہ ہے کہ جنگل میں چرنے والی بکریاں جب چالیس ہو جائیں تو ایک 120 تک ایک بکری دینا ہو گی۔ 121 سے 200 تک دو بکریاں اور 201 سے تین بکریاں ضروری ہیں اور اگر بکریاں 300 سے زیادہ ہوں تو ہر سو میں ایک بکری دینا ہو گی۔" (صحیح بخاری:1454)

یا درکھیے! چھترا اور چھتری، مینڈھا اور مینڈھی کی زکوۃ وہی ہے جو بکرا اور بکری کی ہے۔

4۔ خزینہ یا دفینہ کی زکوۃ:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ»

"اور زمین میں مدفون خزانے میں پانچواں حصہ (زکوۃ) ہے۔" (صحیح بخاری:1499)

5۔ شہد کی زکوۃ:

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«فِي كُلِّ عَشَرَةِ أَزُقٍّ زِقٌّ»

"اور شہد کے ہر دس مشکیزوں میں ایک مشکیزہ زکوۃ ہے۔" (جامع ترمذی:629، صحیح الجامع:4252)

جن سے زکوۃ ساقط ہے:

چند چیزوں سے شریعت اسلامیہ نے زکوۃ ساقط کر دی ہیں، وہ پیش خدمت ہیں:

1۔ گھوڑ اور غلام۔ (صحیح بخاری:1464)

2۔ کھیتی باڑی کرنے والے جانور۔ (صحیح ابن خزیمہ:292)

3۔ سبزیاں۔ (صحیح الجامع:5511)

5۔ زمین کی پیداوار، غلہ، اناج، پھل اور سبزیاں وغیرہ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ﴾ (سورۃ الانعام:141)

"اور کھیتی کاٹنے کے دن اس کا حق ادا کرو۔"

مصارف زکوۃ

ارشاد ربانی ہے: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ﴾

سورۃ التوبہ کی اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے آٹھ قسم کے لوگوں کو زکوۃ کا مستحق قرار دیا ہے، جس کی تفصیل مختصرا یہ ہے:

1۔ فقیر: فقیر وہ ہے جو محتاج اور ضرورت مند ہو، جس کے پاس درہم و دینار، روپیہ و پیسہ، گھر بار، مال و زر نہ ہو اور نہ اس کا کوئی کاروبار ہو، قلاش اور خستہ حال ہو۔

2۔ مسکین: مسکین وہ ہے جس کے پاس ضروریات زندگی کے لئے ناکافی مال ہو اور بیشک ایسے شخص کا گھر بار اور کاروبار بھی ہو مگر پھر بھی وہ باوقار زندگی کے لئے ناکافی ہو۔

3۔ عاملین زکوۃ: زکوۃ کا تیسرا مصرف "عاملین زکوۃ ہیں جو زکوۃ کی وصولی اور اس کے حساب کتاب کے ذمہ دار ہیں۔

4۔ تالیف قلب: ایسے کافر کو زکوۃ میں سے مال دیا جا سکتا ہے جس سے یہ توقع ہو کہ وہ مال لے کر مسلمان ہو جائے گا اور اہل ایمان کے دفاع میں تعاون کرے گا اس کے علاوہ نو مسلم کو بھی اسلام پر پختہ کرنے کے لیے زکوۃ میں سے مال دیا جا سکتا ہے۔

5۔ گردنیں آزاد کرانا: یہ ان لوگوں کی آزادی کے لئے ہے جو غلام ہیں۔ (آج کل غلاموں کا سلسلہ نہیں ہے) یا دشمن کی قید میں ہیں۔

6۔ ادائے قرض: مقروض لوگوں کو قرض کے بوجھ سے نجات دلانا، مقروض غریب ہوں، فقیر ہو یا بے روزگار، زکوۃ کی اس مد میں سے اس کا قرض ادا کیا جا سکتا ہے۔

7۔ فی سبیل اللہ: اس سے جہاد کی جملہ ضرورتوں کو پورا کیا جا سکتا ہے، اسلحہ خریدا جا سکتا ہے، زیر تربیت عسکری مجاہدین کی خوراک لباس، علاج معالجہ وغیرہ پر زکوۃ کو خرچ کیا جا سکتا ہے۔

8۔ مسافر: زکوۃ کی رقم کا حقدار صرف غریب مسافر ہی نہیں بلکہ غنی اور دولت مند شخص بھی اگر دوران سفر زاد راہ اور دیگر سفری ضروریات کا محتاج ہو جائے تو اس پر بھی زکوۃ کی رقم خرچ کی جا سکتی ہے تا کہ وہ باوقار طور پر منزل تک پہنچ سکے۔

قرض اوراس کے احکام ومسائل

حافظ خلیل الرحمن سنابلی

1۔ قرض کی تعریف اور معنیٰ ومفہوم (قرض اور دین میں فرق)

قرض کی تعریف:

قرض کا معنی ہے: کاٹنا، اسی سے قینچی کو "مِقراض" کہا جاتا ہے۔ قرض کو قرض اس لیے کہتے ہیں کیونکہ انسان اپنے مال سے ایک حصہ کاٹ کر کسی اور کو دے رہا ہوتا ہے۔

قرض اور دین میں فرق:

قرض کہتے ہیں اُس مال کو جو آپ نے کسی کو ادھار کے طور پر دیا ہے چاہے آپ نے اسے لکھا ہو یا نہ لکھا ہو، جبکہ دَین اس مال، سامان یا چیز کو کہتے ہیں جو آپ نے کسی کو ایک متعینہ مدت کے لیے ادھار کے طور پر دیا ہے اور اسے لکھ بھی لیا ہے، اسی لیے اللہ نے قرآن میں اس تعلق سے جب لکھ لینے کی بات کہی تو وہاں دَین کا لفظ ہی استعمال کیا ہے جیسا کہ سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر 282 میں تفصیل ہے جو "آیت دَین" کے نام سے ہی معروف ہے۔

2۔ قرض کا لین دین کیوں؟

شریعت نے مال کمانے کے تمام حرام راستوں پر جانے سے منع کیا جیسے دھوکہ، رشوت، سود، چوری اور ڈاکہ زنی وغیرہ تو پھر انسانی ضرورتوں کے وقت لین دین کے لیے قرض کا راستہ کھول دیا اور اسے مباح قرار دیا تاکہ ان ضرورتوں کو پورا کیا جاسکے۔

﴿وَأَقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا﴾ (سورۃ المزمل: 20) اس آیت کے تحت علماء نے لوگوں کو قرض دینا بھی شامل مانا ہے۔

3۔ قرض لینا بظاہر کوئی اچھا عمل نہیں ہے

نبی ﷺ قرض سے اللہ کی پناہ مانگا کرتے تھے:

أَنَّ رَسولَ اللَّهِ ﷺ كانَ يَدْعُو في الصَّلاةِ: اللَّهُمَّ إنِّي أعُوذُ بكَ مِن عَذابِ القَبْرِ، وأَعُوذُ بكَ مِن فِتْنَةِ المَسِيحِ الدَّجّالِ، وأَعُوذُ بكَ مِن فِتْنَةِ المَحْيا، وفِتْنَةِ المَماتِ، اللَّهُمَّ إنِّي أعُوذُ بكَ مِنَ المَأْثَمِ والمَغْرَمِ فَقالَ له قائِلٌ: ما أكْثَرَ ما تَسْتَعِيذُ مِنَ المَغْرَمِ، فَقالَ: إنَّ الرَّجُلَ إذا غَرِمَ، حَدَّثَ فَكَذَبَ، ووَعَدَ فأخْلَفَ.

"رسول اللہ ﷺ نماز میں یہ دعا کیا کرتے تھے: «اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ القَبْرِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ المَسِيحِ الدَّجَّالِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ المَحْيَا، وَفِتْنَةِ المَمَاتِ، اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ المَأْثَمِ وَالمَغْرَمِ»

"اے اللہ! میں عذاب قبر سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور فتنہ دجال سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں، زندگی اور موت کے فتنے سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ اے اللہ! میں گناہ اور قرض سے تیری پناہ کا طالب ہوں۔"

آپ ﷺ سے کسی نے عرض کیا:

آپ قرض سے بہت پناہ مانگتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"انسان جب قرض دار ہو جاتا ہے تو بات کرتے وقت جھوٹ بولتا ہے اور جب وعدہ کرتا ہے تو اس کی خلاف ورزی کرتا ہے۔" (صحیح بخاری: 832)

4۔ قرض لو یا دو تو لکھ لو اور گواہ بنالو:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنْتُم بِدَيْنٍ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ ۚ وَلْيَكْتُب بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ ۚ وَلَا يَأْبَ كَاتِبٌ أَن يَكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللَّهُ ۚ فَلْيَكْتُبْ وَلْيُمْلِلِ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْئًا ۚ فَإِن كَانَ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيهًا أَوْ ضَعِيفًا أَوْ لَا يَسْتَطِيعُ أَن يُمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهُ بِالْعَدْلِ ۚ وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِن رِّجَالِكُمْ ۖ فَإِن لَّمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّن تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ أَن تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَىٰ ۚ وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَاءُ إِذَا مَا دُعُوا ۚ وَلَا تَسْأَمُوا أَن تَكْتُبُوهُ صَغِيرًا أَوْ كَبِيرًا إِلَىٰ أَجَلِهِ ﴾ (سورۃ البقرہ: 282)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جب کسی مقرر مدت کے لیے تم آپس میں قرض کا لین دین کرو، تو اسے لکھ لیا کرو فریقین کے درمیان انصاف کے ساتھ ایک شخص دستاویز تحریر کرے جسے اللہ نے لکھنے پڑھنے کی قابلیت بخشی ہو، اسے لکھنے سے انکار نہ کرنا چاہیے وہ لکھے اور املاوہ شخص کرائے جس پر حق آتا ہے (یعنی قرض لینے والا)، اور اُسے اللہ، اپنے رب سے ڈرنا چاہیے کہ جو معاملہ طے ہوا ہو اس میں کوئی کمی بیشی نہ کرے لیکن اگر قرض لینے والا خود نادان یا ضعیف ہو، املا نہ کرا سکتا ہو، تو اس کا ولی انصاف کے ساتھ املا کرائے پھر اپنے مردوں سے دو آدمیوں کی اس پر گواہی کرالو اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہوں تاکہ ایک بھول جائے، تو دوسری اسے یاد دلا دے یہ گواہ ایسے لوگوں میں سے ہونے

چاہییں، جن کی گواہی تمہارے درمیان مقبول ہو گواہوں کو جب گواہ بننے کے لیے کہا جائے، تو انہیں انکار نہ کرنا چاہیے معاملہ خواہ چھوٹا ہو یا بڑا، میعاد کی تعین کے ساتھ اس کی دستاویز لکھوا لینے میں تساہل نہ کرو۔"

5۔ قرض کا معاملہ لکھنے اور گواہ بنانے کا فائدہ

﴿ ذَٰلِكُمْ أَقْسَطُ عِندَ اللَّهِ وَأَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَأَدْنَىٰ أَلَّا تَرْتَابُوا ۖ إِلَّا أَن تَكُونَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيرُونَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَلَّا تَكْتُبُوهَا ۗ وَأَشْهِدُوا إِذَا تَبَايَعْتُمْ ۚ وَلَا يُضَارَّ كَاتِبٌ وَلَا شَهِيدٌ ۚ وَإِن تَفْعَلُوا فَإِنَّهُ فُسُوقٌ بِكُمْ ۗ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۖ وَيُعَلِّمُكُمُ اللَّهُ ۗ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴾ (سورۃ البقرۃ:282)

"اللہ کے نزدیک یہ طریقہ تمہارے لیے زیادہ مبنی بر انصاف ہے، اس سے شہادت قائم ہونے میں زیادہ سہولت ہوتی ہے، اور تمہارے شکوک و شبہات میں مبتلا ہونے کا امکان کم رہ جاتا ہے ہاں جو تجارتی لین دین دست بدست تم لوگ آپس میں کرتے ہو، اس کو نہ لکھا جائے تو کوئی حرج نہیں، مگر تجارتی معاملے طے کرتے وقت گواہ کر لیا کرو کاتب اور گواہ کو ستایا نہ جائے ایسا کرو گے، تو گناہ کا ارتکاب کرو گے اللہ کے غضب سے بچو وہ تم کو صحیح طریق عمل کی تعلیم دیتا ہے اور اسے ہر چیز کا علم ہے۔"

6۔ قرض واپسی کی نیت سے لینا چاہیے کیونکہ پھر اللہ اس کی ادائیگی کے راستے آسان کر دیتا ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَن أخَذَ أمْوالَ النّاسِ يُرِيدُ أداءَها أدّى اللَّهُ عنْه، ومَن أخَذَ يُرِيدُ إتْلافَها أتْلَفَهُ اللَّهُ.» (صحیح بخاری:2387)

"جو شخص لوگوں سے مال اس نیت سے لیتا ہے کہ وہ اس کی ادائیگی کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے ادا کرنے کی توفیق دے گا اور جو شخص لوگوں کا مال ضائع کر دینے کے ارادے سے لے گا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کو ضائع کر دے گا۔"

7۔ سودی قرض کے لین دین سے بچو

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ٥ فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ ۖ وَإِن تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ ٥ وَإِن كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ ۚ وَأَن تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴾ (سورۃ البقرۃ:278-280)

" اے لوگو جو ایمان لائے ہو، خدا سے ڈرو اور جو کچھ تمہارا سود لوگوں پر باقی رہ گیا ہے، اسے چھوڑ دو، اگر واقعی تم ایمان لائے ہو۔ لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا، تو آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ اور اسکے رسول کی طرف سے تمہارے خلاف اعلان جنگ ہے اب بھی توبہ کر لو (اور سود چھوڑ دو) تو اپنا اصل سرمایہ لینے کے تم حق دار ہو نہ تم ظلم کرو، نہ تم پر ظلم کیا جائے۔ تمہارا قرض دار تنگ دست ہو، تو ہاتھ کھلنے تک اُسے مہلت دو، اور جو صدقہ کر دو، تو یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے، اگر تم سمجھو۔"

كل قرض جر منفعة فهو ربا

(حدیث ضعیف ہے لیکن اس کا معنیٰ اہل علم کے نزدیک درست ہے۔

8۔ قرض دار کو مہلت دینے کی فضیلت

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كَانَ الرَّجُلُ يُدَايِنُ النَّاسَ فَكَانَ يَقُولُ لِفَتَاهُ إِذَا أَتَيْتَ مُعْسِرًا فَتَجَاوَزْ عَنْهُ لَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يَتَجَاوَزَ عَنَّا قَالَ فَلَقِيَ اللَّهَ فَتَجَاوَزَ عَنْهُ.

"ایک شخص لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا۔ اس نے اپنے نوکر کو یہ کہہ رکھا تھا کہ جب تم نے کسی تنگدست کے پاس جاؤ تو اسے معاف کر دیا کرو، ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسا کرنے سے ہمیں بھی معاف کر دے، چنانچہ جب اس کی اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اسے معاف کر دیا۔" (صحیح بخاری: 3480؛ صحیح مسلم:1562)

9۔ قرض ادا نہ کرنے کا نقصان

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«يُغْفَرُ لِلشَّهِيدِ كُلُّ ذَنْبٍ إِلَّا الدَّيْنَ » (صحیح مسلم:1886)

"شہید کا ہر گناہ معاف کر دیا جاتا ہے، سوائے قرض کے۔"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسے لوگوں کی نماز جنازہ ادا نہیں کرتے تھے جن کے ذمے قرض کا ادا کرنا رہ گیا ہو۔

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

انَ النَّبِيُّ ﷺ لَا يُصَلِّي عَلَى رَجُلٍ عَلَيْهِ دَيْنٌ فَأُتِيَ بِمَيْتٍ فَسَأَلَ أَعَلَيْهِ دَيْنٌ قَالُوا نَعَمْ عَلَيْهِ دِينَارَانِ قَالَ صَلُّوا عَلَى صَاحِبِكُمْ قَالَ أَبُو قَتَادَةَ هُمَا عَلَيَّ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَصَلَّى عَلَيْهِ فَلَمَّا فَتَحَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ ﷺ قَالَ أَنَا أَوْلَى بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ نَفْسِهِ مَنْ تَرَكَ دَيْنًا فَعَلَيَّ وَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهِ (سنن نسائی: 1962)

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے شخص کا جنازہ نہیں پڑھتے تھے جس پر قرض ہوتا تھا۔ ایک میت آپ کے پاس لائی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

"کیا اس پر قرض ہے؟"

لوگوں نے کہا: جی ہاں! اس پر دو دینار قرض ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: "پھر تم اپنے ساتھی کا جنازہ پڑھ لو۔" سیدنا ابو قتادہ ؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ دو دینار میرے ذمے ہیں۔ آپ نے جنازہ پڑھ دیا، پھر جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو فتوحات دیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: "میں ہر مؤمن کے لیے اس کے نفس سے بھی بڑھ کر قریبی ہوں، لہٰذا جو قرض چھوڑ جائے تو اس کی ادائیگی میرے (یعنی بیت المال کے) ذمے ہے اور جو مال چھوڑ جائے وہ اس کے وارثوں کو ملے گا۔"

10۔ میت کا قرضہ اس کے مال سے ہی ادا کیا جائے گا:

﴿ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ ﴾

"جبکہ وصیت جو میت نے کی ہو پوری کر دی جائے اور قرض جو اُس پر ہو ادا کر دیا جائے۔" (سورۃ النساء:11)

11۔ قرض کی ادائیگی کی دعا

اللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ، وَ أَغْنِنِي بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ (سنن ترمذی: 3563، حسن)

12۔ قرض کے غلبے سے پناہ مانگنے کی دعائیں

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ، قَالَ لِأَبِي طَلْحَةَ: «التَمِسْ غُلاَمًا مِنْ غِلْمَانِكُمْ يَخْدُمُنِي حَتَّى أَخْرُجَ إِلَى خَيْبَرَ» فَخَرَجَ بِي أَبُو طَلْحَةَ مُرْدِفِي، وَأَنَا غُلاَمٌ رَاهَقْتُ الحُلُمَ، فَكُنْتُ أَخْدُمُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، إِذَا نَزَلَ، فَكُنْتُ أَسْمَعُهُ كَثِيرًا يَقُولُ: «اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الهَمِّ وَالحَزَنِ، وَالعَجْزِ وَالكَسَلِ، وَالبُخْلِ وَالجُبْنِ، وَضَلَعِ الدَّيْنِ، وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ» (صحیح بخاری: 2893)

سیدنا انس بن مالک ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے سیدنا ابو طلحہ ؓ سے فرمایا: "اپنے بچوں میں سے کوئی بچہ میرے ساتھ کر دو جو غزوہ خیبر میں میری خدمت کرے جب میں خیبر کا سفر کروں۔"

سیدنا ابو طلحہ ؓ مجھے اپنے پیچھے بٹھا کر لے گئے۔ میں اس وقت بلوغ کے قریب لڑکا تھا۔ جب بھی رسول اللہ ﷺ راستے میں کہیں پڑاؤ کرتے تو میں آپ کی خدمت کرتا تھا۔ میں بکثرت آپ کو یہ دعا پڑھتے سنتا تھا: «اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الهَمِّ وَالحَزَنِ، وَالعَجْزِ وَالكَسَلِ، وَالبُخْلِ وَالجُبْنِ، وَضَلَعِ الدَّيْنِ، وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ»

"اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں غم اور پریشانی سے، عاجزی اور کاہلی سے، بخل اور بزدلی سے، قرضے کے بوجھ اور لوگوں کے دباؤ سے۔"

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَدْعُو بِهَؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّيْنِ وَغَلَبَةِ الْعَدُوِّ وَشَمَاتَةِ الْأَعْدَاءِ (سنن نسائی:5475)

"سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کلمات کے ساتھ دعا فرمایا کرتے تھے:

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّيْنِ وَغَلَبَةِ الْعَدُوِّ وَشَمَاتَةِ الْأَعْدَاءِ

"اے اللہ! میں قرض اور واجب الادا حق کے غلبے (اور بوجھ)، دشمن کے غلبے اور دشمنوں کی دل آزار خوشی سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔"

☆☆☆

زکات، عشر اور صدقات سے سحری افطاری کا حکم؟

سوال: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

شیخ مکرم! میرا سوال یہ ہے کہ جماعت کی طرف سے سحری و افطاری کروائی جاتی ہے زکوٰۃ، عشر اور صدقات کے پیسوں سے۔ کیا ان سے سحری وافطاری کروائی جا سکتی ہے؟ اور کیا زکوٰۃ، عشر اور صدقہ دینے والا خود بھی اس سحری وافطاری میں شامل ہو سکتا ہے؟ برائے مہربانی تفصیل سے وضاحت فرما دیں۔

جواب: زکاۃ، صدقات اور عشر صرف انہی جگہوں اور مصارف میں دیا جا سکتا ہے جن کی تعیین شریعت نے کر دی ہے جیسا کہ سورہ توبہ آیت نمبر 60 میں بتایا گیا ہے۔ ان کے علاوہ کسی اور مصرف میں عمداً زکاۃ وصدقات کی رقم دینے سے یہ فریضہ ادا نہیں ہوتا۔

اور اگر کوئی شخص لوگوں سے صدقات وغیرہ لے کر یہ رقم سحری وافطاری میں خرچ کر دیتا ہے تو وہ ناجائز اور غلط عمل کا مرتکب ہوتا ہے۔ ایسے شخص کو اللہ سے ڈرنا چاہیے اور لوگوں کے اموال کو باطل طریقے سے خرچ کرنے سے باز رہنا چاہیے۔

بالخصوص آج کل کچھ لوگ اپنے پرائیویٹ اداروں اور سیاسی مذہبی تنظیموں کی پبلسٹی یا ووٹ پاور بڑھانے کے لیے اسلامی شعائر کا جس بے دردی سے استحصال کر رہے ہیں، ایسے لوگوں سے کسی قسم کا تعاون نہیں کرنا چاہیے اور نہ ان کو سپورٹ کرنا چاہیے۔ بلکہ از خود قرب وجوار کے فقراء ومساکین سے مالی تعاون کرنا چاہیے، کیونکہ زکاۃ وغیرہ کی رقم سے اشیائے ضروریہ خرید کر دینا حتی کہ فقراء کو راشن یا سحری افطاری خرید کر دینے سے بھی زکات ادا نہیں ہوتی، بلکہ ان کو رقم دینا ہی لازم ہے۔

اب غور کیجیے کہ جب فقراء کو از خود کھانے پینے کا سامان ہم زکات کی رقم سے خرید کر نہیں دے سکتے تو کوئی شخص لوگوں سے زکات وصدقات کی رقم اکٹھی کر کے اس سے بلا تمیز امیر وغریب کو افطاری سحری کروائے تو بلا شبہہ یہ بڑا جرم اور ناجائز عمل ہے جس سے بچنا لازم ہے۔ اسی طرح جو شخص زکاۃ وصدقات کی رقم سے سحری وافطاری کا انتظام کرے، اس کا خود اس سے کھانا بھی ناجائز ہے، کیونکہ یہ اپنی زکاۃ آپ ہی کھانے کے مترادف ہے۔ لہٰذا نہ وہ زکات کی رقم سے کسی دوسرے کے لیے سحری افطاری کر سکتا ہے اور نہ از خود اس سے کھا پی سکتا ہے۔ واللہ الموفق

ماہ رمضان کے نیک اعمال کی حفاظت کرنا بے حد ضروری ہے

(خیرات وزکوٰۃ دے کر احسان مت جتائیے)

مولانا محمد عبدالحفیظ اسلامی

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُبْطِلُوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَىٰ كَالَّذِي يُنْفِقُ مَالَهُ رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۖ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَأَصَابَهُ وَابِلٌ فَتَرَكَهُ صَلْدًا ۖ لَا يَقْدِرُونَ عَلَىٰ شَيْءٍ مِمَّا كَسَبُوا ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ 0 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُبْطِلُوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَىٰ كَالَّذِي يُنْفِقُ مَالَهُ رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۖ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَأَصَابَهُ وَابِلٌ فَتَرَكَهُ صَلْدًا ۖ لَا يَقْدِرُونَ عَلَىٰ شَيْءٍ مِمَّا كَسَبُوا ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ﴾ (سورۃالبقرہ:264۔265)

ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ اپنے اہل ایمان بندوں کو خلوص نیت کا حکم اور ریاکاری سے بچنے کی تعلیم دے رہاہے۔ آیات کی ترجمانی یوں ہے:

"اے ایمان والو! اپنے صداقت کو احسان جتا کر اور دکھ دے کر اس شخص کی طرح خاک میں نہ ملادو، جو اپنا مال محض لوگوں کو دکھانے کو خرچ کرتا ہے اور نہ اللہ پر ایمان رکھتا ہے، نہ آخرت پر۔ اس کے خرچ کی مثال ایسی ہے، جیسے ایک چٹان تھی، جس پر مٹی کی تہہ جمی ہوئی تھی۔ اس پر جو زور کا مینہ برسا، تو ساری مٹی بہہ گئی اور صاف چٹان کی چٹان رہ گئی ایسے لوگ اپنے نزدیک خیرات کر کے جو نیکی کماتے ہیں اس سے کچھ بھی ان کے ہاتھ نہیں آتا اور کافروں کو سیدھی راہ دکھانا اللہ کا دستور نہیں۔

بخلاف اس کے جو لوگ اپنے مال محض اللہ کی رضا جوئی کیلئے دل کے پورے ثبات و قرار کے ساتھ خرچ کرتے ہیں ان کے خرچ کی مثال ایسی ہے جیسے کسی سطح مرتفع پر ایک باغ ہو۔ اگر زور کی بارش ہو جائے تو دوگنا پھل لائے اور اگر زور کی بارش نہ بھی ہو تو ایک ہلکی پھوار ہی اس کیلئے کافی ہو جائے۔ تم جو کچھ کرتے ہو، سب اللہ کی نظر میں ہے۔"

رضائے الٰہی

حقیقت میں اسلامی تعلیمات یہ ہیں کہ سارے انسان صرف اور صرف واحد لاشریک کی بندگی اختیار کریں اور جو کچھ بھی مال صدقہ خیرات کریں صرف اسی ذات باری تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کیلئے کریں جو حقیقت میں اس کا بدلہ آخرت میں عطا کرتا ہے لیکن دنیا میں بھی اس کے ثمرات اپنے بندوں کو دیتا ہے۔ غرضیکہ آیات مبارکہ میں خاص طور پر اس گروہ کا نام لے کر ہدایت کی جارہی ہے جو اللہ پر ایمان لاکر نبی کریم ﷺ کی رسالت کا اقرار کر چکا اور آخرت کو حق جانا جزاء و سزا کے دیئے جانے کو سچا تسلیم کیا ہو ایسے لوگوں سے اللہ تعالیٰ "اے ایمان والو" کے بہترین نام سے پکارتے ہوئے ارشاد فرمارہے ہیں یعنی اے پیارے بندو تم نے تمام معبودان باطل سے اپنا ناطہ توڑے ہوئے مجھ سے رشتہ جوڑ لیا ہے اور جس طرح تم میری ہی عبادت کر رہے ہو (یعنی نماز پڑھتے ہو) اسی طرح مال خرچ کرنے کے معاملے میں بھی تمہیں احتیاط کرنی چاہئے یعنی تم جو کچھ مال خرچ کرو صرف میری رضا و خوشنودی تمہارے پیش نظر رہنی چاہئے، جو لوگ اس کے خلاف عمل کرتے ہیں وہ دراصل اپنے مال کو یوں ہی ضائع کرتے ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ ان کا ایمان اللہ پر نہیں ہے اور یہ آخرت میں ملنے والے اجر کے منکر ہیں لیکن اللہ پر ایمان اور آخرت کے اجر پر یقین رکھنے والے میرے بندو تم منکرین کے نقش قدم پر ہرگز نہ چلنا کیونکہ ان کا یہ طرز عمل رضائے الٰہی سے دور اور خسران آخرت کا باعث ہے۔

ریاکاری اور اس کا نتیجہ

مضمون کے آغاز میں جو آیات پیش کی گئیں ہیں ان میں اللہ عزوجل نے دو طرح کے اعمال اور اس کے نتائج بیان فرمائے ہیں۔

پہلی بات یہ بتائی گئی ہے کہ جو صدقات احسان جتا کر، دکھ پہنچا کر اور محض نام نمود، شہرت کی خاطر ادا کئے جائیں گے یہ سب کے سب عند اللہ نا مقبول ہوں گے یعنی صدقہ، خیر خیرات کرنے کا منشاء اگر کسی کا یہ ہو کہ لوگ مجھے ہمیشہ سلام کرتے رہیں جی حضوری کرتے ہوئے ہر دم میرا کہا مانیں اور لوگوں کے سامنے میری تعریف کریں اور مجھے اونچے القاب سے نوازیں، قوم و برادری میں میری واہ واہ ہو، اگر اس طرح کا کوئی جذبہ کار فرما رہا تو یہ بات اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھنے کے منافی ہے۔ اور یہ ریاکاری ہے جسے اللہ تعالیٰ ہرگز پسند نہیں فرماتے۔ ایک شخص صدقہ خیر خیرات خوب کرتا ہے اور دنیا کی تمام دولت کو لٹا دیتا ہے لیکن اس میں ریاکاری اور شہرت کا حصول و جذبہ پایا جائے تو اس کی مثال یوں بیان کی جارہی ہے کہ

”ایک چٹان، جس پر مٹی کی تہ جمی ہوئی تھی اس پر جب زور کا مینہ برسا تو ساری مٹی بہہ گئی اور صاف چٹان رہ گئی۔

مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تشریح یوں بیان کی ہے کہ

”اگر کسی نے دانا بویا ایسے پتھر پر کہ جس پر کہ تھوڑی سی مٹی نظر آتی تھی جب مینہ برسا تو بالکل صاف رہ گیا۔ اب اس پر دانا کیا اگے گا۔ ایسے ہی صدقات میں ریاکاروں کو کیا ثواب ملے گا۔“ (القرآن الکریم وترجمہ معانیہ وتفسیر، صفحہ 65 حاشیہ 5 مطبوعہ سعودی عرب)

ریا سے متعلق ارشادات نبی صلی اللہ علیہ وسلم

1۔ اللہ تمہاری صورتوں اور تمہارے اموال کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں کو اور اعمال کو دیکھتا ہے۔ (صحیح مسلم)

2۔ جو اپنے کو مشہور کروائے، خدائے تعالیٰ قیامت کے دن اس کو رسوا کرے گا۔ (صحیح بخاری)

3۔ ذرا سا دکھاوا (ریا) بھی شرک ہے۔ (ابن ماجہ)

4۔ جس نے دکھاوے کیلئے نماز پڑھی اس نے شرک کیا جس نے دکھاوے کیلئے روزے رکھے اس نے شرک کیا جس نے دکھاوے کیلئے صدقہ دیا اس نے شرک کیا۔ (مسند احمد)

5۔ بڑا خوف تمہارے متعلق جس کا مجھے ڈر ہے شرک اصغر ہے (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے) پوچھا شرک اصغر کیا ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”دکھاوے کیلئے عمل کرنا۔“ (مسند احمد) (بحوالہ کتاب اسوہ حسنہ از مولانا صفتور الرحمن صابرؒ بانی ادارہ اہل سنت الجماعت سلطان شاہی داروغہ گلی، حیدرآباد دکن)

اللہ کے ناشکرے

آیات مبارکہ میں اہل ایمان کو مخاطب کرتے ہوئے یہ کہا گیا ہے کہ اپنے صدقات کو ضائع نہ کرو اور آگے کے فقرے میں صدقات کو ضائع کرنے والوں کی حالت بیان کی گئی پھر فرمایا:

”کافروں کو سیدھی راہ دکھانا اللہ کا دستور نہیں۔“

قرآن مجید میں لفظ کافر کئی جگہ استعمال ہوا ہے اور قرآن، کافر اس شخص کو کہتا ہے جو کفر کی روش اختیار کرتا ہے اور کفر کی روش کی مختلف صورتیں ہیں۔ مثلاً خدا کا انکار کرنا، رسالت کا انکار کرنا، انبیاء علیہم السلام کو جھٹلانا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا آخری نبی نہ ماننا، اللہ کے ساتھ اس کی ذات صفات، اختیار اور اس کے حقوق میں کسی اور مخلوق کو دخیل و شریک کرنا یہ ساری چیزیں کفر کی روش اختیار کرنے میں داخل ہیں۔ لیکن آیت مذکورہ بالا میں، لفظ کافر جو استعمال ہوا ہے یہ ناشکرے اور منکر نعمت کے سلسلہ میں ہے۔ اور اللہ کا دستور یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ناشکرے واحسان فراموش لوگوں کو راہ حق نہیں دکھاتے۔ مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ ہدایت ان لوگوں کو فرماتے ہیں جو طالب ہدایت ہوں اور رضائے الٰہی کا راستہ ان لوگوں کو دیکھایا جاتا ہے جو خوشنودی رب کیلئے فکر مند رہتے ہیں۔ اور یہ حقیقت ہے کہ

نافرمانی و بغاوت اور خدا کے ساتھ شرک کرنا اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کو استعمال کرنا اور اپنی شب و روز کی زندگی میں ناشکری کی روش وغیرہ یہ ایسے امراض ہیں جس سے عقل کی بصارت ختم ہو جاتی ہے۔

جس کی وجہ سے سیدھی راہ دکھائی نہیں دیتی اللہ بے نیاز ہے یعنی، جو رضائے الٰہی کا طالب نہیں اسے زبردستی رضا کا راستہ نہیں دکھاتا۔ جو لوگ لفظ ”کافر“ پر اعتراض کرتے ہیں انہیں چاہئے کہ اپنی شب و روز کی زندگی کا جائزہ لیں اور یہ دیکھیں کہ قرآن جن برائیوں کو گنا کر اور پوری صورتحال بیان کرتے ہوئے لفظ ”کافر“ کا استعمال کر رہا ہے، حق بجانب ہے یا نہیں؟

اخلاص نیت اور اس کا ثمرہ

ریاکاری اور اس کے نقصانات کو خود انسان کے اپنے تجربہ و مشاہدہ کی روشنی میں سمجھانے کے بعد اللہ رب العزت نے اخلاص نیت اور اس کی برکت کو ایک بہترین مثال دے کر سمجھا رہے ہیں کہ

”جیسے کسی سطح مرتفع پر ایک باغ ہو۔ اگر زور کی بارش ہو جائے تو دوگنا پھل لائے اور اگر بارش نہ بھی ہو تو ایک ہلکی پھوار ہی اس کیلئے کافی ہو جائے۔

یعنی جو خیرات صداقت محض اللہ کی رضا اور اس کی خوشنودی اور صرف اللہ کی طرف سے حصول ثواب کی نیت سے ادا کئے جائیں گے ان کی مثال یوں دی جا رہی ہے کہ بلند خطہ کی بہترین زمین پر جو باغ لگا ہو گا وہ عمدہ پھل لالے گا یعنی جب زور کی بارش ہو گی تو پھل بھی اضافہ لگیں گے اگر خوب بارش نہ بھی ہوئی تو صرف ایک پھوار بھی کافی ہو جائے گی یعنی پھل بہرحال آکر ہی رہیں گے۔

ریاکاری اور رضائے الٰہی پر نظر

آیات کے اختتام پر اللہ تعالیٰ ایک حقیقت کو کھول کر یوں ارشاد فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے تمام اعمال پر اچھی طرح نظر رکھے ہوئے ہیں یعنی اس کے بندے اپنی زندگی میں جو کچھ اعمال کرتے ہیں اس کی نگاہ سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ یعنی جس نیت و ارادہ کے ساتھ اعمال کئے جا رہے ہیں اور کس کو خوش کرنے کیلئے انجام دیئے جا رہے ہیں ان تمام احوال سے اللہ تعالیٰ انتہائی باخبر ہیں۔

صدقات کے دو فائدے

صدقہ کے سلسلہ میں ایک حدیث شریف یوں آئی ہے کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”صدقہ کرنا اللہ کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے اور بری موت سے بچاتا ہے۔“ (جامع ترمذی)

اس حدیث میں دو اہم بنیادی باتیں بیان ہوئی ہیں،

پہلی بات کا تعلق دنیا سے ہے۔

دوسری بات کا معاملہ آخرت کی ابدی زندگی سے ہے

اللہ کے غصب کو ٹھنڈا کرنے کا مطب یہ ہے کہ اہل ایمان سے جو کچھ بھی نافرمانیاں انجانے میں ہو جایا کرتی ہیں۔ اگر اخلاص کے ساتھ صدقات ادا کرتے رہیں تو اس کے بدل میں اللہ تبارک تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے دنیا میں ایسے بندوں کو تمام آفات وبلیلات سے محفوظ فرمادیتے ہیں۔ اور بری موت سے بچانے کا مطلب یہ ہے کہ

اگر صدقات صرف رضائے الٰہی اور حصول آخرت کے پیش نظر ادا کئے جائیں تو اس کے صلہ میں حق سبحانہ تعالیٰ ایسے نیک بندے کو مرتے وقت کلمہ توحید اس کی زبان پر جاری فرمادیتے ہیں۔

ظاہر بات ہے کہ جو بندہ اس دنیا سے انتقال کرتے وقت اپنے عقیدے میں خدا کی توحید لے کر جائے گا تو یقینا اس کیلئے آخرت کی کامیابی ہو گی۔

حاصل کلام:

حاصل کلام یہ کہ جو شخص دوزخ سے بچالیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا۔ اس نے بڑی کامیابی پالی۔ لہٰذا ان آیات مبارکہ میں ہمیں یہ درس ملتا ہے کہ جو بھی نیک اعمال انجام دیئے جائیں یہ سب کہ سب اللہ کی خوشنودی ورضا کیلئے ہوں اور اللہ ہی سے اس کا اجر طلب کرنے کی نیت ہو تو انشاء اللہ ہمارا اور ساری کائنات کا رب عظیم ہمیں دنیا کی عزت عطا کرے گا اور آخرت میں جنت میں پہنچادے گا جو متقیوں اور پرہیزگاروں کیلئے تیار کی گئی ہے۔

اب ماہ صیام / رمضان المبارک کے موقع پر اہل ایمان کے درمیان نیکیوں اور خیر خیرات کی ایک عظیم بہار ساری دنیا میں نظر آتی ہے یہ ایک اچھی علامت ہے؛ لیکن ہر عمل سے پہلے اپنی نیت کو پاک صاف کرنا اور صرف اللہ کی رضا وخوشنودی کو پیش نظر رکھنا انتہائی ضروری ہے، ورنہ سارے اعمال صرف دنیا کو دکھانے کی حد تک ہو کر رہ جائیں گے اور الٹا ریاکاری اور دکھاوے کا وبال پڑے گا جو بہت سنگین جرم ہے؛ یہ بات خوب یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ کے سوا کسی اور کو خوش کرنا اور انکی رضا حاصل کرنے کی کوشش کرنہ شرک کی تعریف میں آتا ہے جسکی ہر گز معافی نہیں ہے۔

☆☆☆

بشارتِ عید

مردِ مؤمن کو بشارت ہو مسلماں کو نوید
قدرتِ حق کے اشارات، درخشاں انجم
پھر شبِ یاس کی ظلمت کا جگر چاک ہوا
بہرہ یابِ شرفِ مرگ شہادت جو ہوا
رب کعبہ کی قسم، رب محمدؐ کی قسم
اسے مردہ نہ کہو زندۂ جاوید ہے وہ
کر لیا اپنے خداوند کو جس نے راضی
اشک نے درد کی روداد سنا ہی ڈالی
عید کی رات مبارک ہے مقدس ہے جہاں
صرف اللہ کے لیے سب سے خفا ہو جانا
رنگ رلیوں میں گزر جائے اگر عید کا دن
آج اسلام ہے مغلوب جہاں میں افسوس
سرخ رو ہوں گے زمانے میں ہم ان شاء اللہ
دلِ افسردہ کو تم جلد سنبھالو حماد

عید آئی ہے بڑی شان سے پھر آئی ہے عید
کہیں پرویں، کہیں زہرہ ہے کہیں ہے ناہید
مسکراتی ہے سحر، جاگی ہے صبح امید
پا لیا اس نے تو اعزازِ حیاتِ جاوید
عید ہے بندۂ مؤمن کی بس اللہ کی دید
جو بصد شوق ہوا، راہِ محبت میں شہید
عید اس کی ہے حقیقت میں اسی کی ہے عید
نہ اشارات ہوئے ہیں نہ کوئی گفت وشنید
عید کا دن بھی ہے لاریب وہیں روزِ سعید
یہی ایماں کی ہے پہچان، یہی ہے توحید
عید وہ عید کہاں ہے، وہ الم ناک وعید
اور مہجور ہے مظلوم ہے قرآنِ مجید
شاملِ حال رہے گی جو خدا کی تائید
غرفۂ چرخ سے پھر جھانک رہا ہے مہِ عید

ابولبیان حماد العمری

انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا کا کہنا ہے کہ اکثر مذاہب کے پاس روزے فرض اور واجب قرار دیئے گئے ہیں، چنانچہ زمانہ قدیم میں مصر کے لوگ ہر مہینے میں تین دن روزہ رکھتے تھے۔ مشہور فلاسفر سقراط جس کا زمانہ 470 سال قبل مسیح ہے جب اسے کسی اہم موضوع پر غور و فکر کرنا ہوتا تو وہ 10 دن روزے رکھ لیتا تھا اور بقراط کو اس حیثیت سے اولیت حاصل ہے کہ اس نے روزہ کے طبی فوائد پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ لہٰذا اپنی تحقیق کے پیش نظر وہ مریضوں کو روزہ رکھنے کی ہدایت کرتا اور کہا کرتا تھا کہ ہر انسان کے اندر ایک ڈاکٹر ہے اور یہ ضروری ہے کہ ہم اپنے اندرونی ڈاکٹر کی معاونت کریں تاکہ وہ کماحقہ اپنی ڈیوٹی انجام دے سکے۔

☆ بلزاک (1964ء) میں جو اپنے زمانے کا مشہور معالج تھا اس کا کہنا تھا کہ کئی دن دوا استعمال کرنے سے یہ بہتر وافضل ہے کہ ایک دن روزہ رکھ لیا جائے۔

☆ابن سینا کی تحقیق میں روزہ سے زیادہ ارزاں اور اعلیٰ کوئی دوا نہیں ہے۔

☆بیسویں صدی میں امریکہ اور یورپ میں روزہ کے میڈیکل فوائد پر بہت ساری کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں۔ جن کے کچھ مشہور ٹائیٹل یہ ہیں، روزہ کے ذریعہ علاج، طبی روزہ، روزہ اکسیر حیات ہے، صحت مند زندگی کیلئے میڈیکل روزہ.... وغیرہ۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے، جسمانی اعتبار سے روزہ کے بہت سے فوائد ہیں۔

☆نظام ہاضمہ سے تعلق رکھنے والے امراض، خصوصاً معدہ کا پرانا مرض، ہاضمہ کی تکلیف اور آنتوں کی سوزش میں اس کا فائدہ بالکل ظاہر اور عیاں ہے۔ روزہ ان امراض میں راحت وسکون پہنچاتا ہے اور رمضان المبارک کا مہینہ انہیں صحت و تندرستی اور شفا بخشتے ہوئے گزر جاتا ہے۔

☆ اسی طرح قولون کے مریضوں کو روزہ سے بہت فائدہ ہوتا ہے اور الرجک کے بعض امراض میں بھی روزہ بہت ہی مفید ہے۔

☆موٹاپا کے مرض میں بھی روزہ تیر بہدف ہے کیونکہ زیادہ کھانا اور کم کام کرنا اس مرض کے دو اہم سبب ہیں۔

☆اسی طرح دل کے اکثر مریضوں کے لیے بھی روزہ بہت ہی زیادہ فائدہ بخش ثابت ہوا ہے۔

وہ اس طرح کہ دل جو خون کو جسم میں سپلائی کرتا ہے اس کا دس فیصد غذا کے ہضم کرنے کے لیے اعضاء ہضم میں چلا جاتا ہے اور یہ مقدار روزہ کے دوران کم ہو جاتی ہے۔ کیونکہ دن میں ہاضمہ کا کام نہیں رہتا، اسی طرح دل کو کام تو بہت کم کرنا پڑتا ہے اور آرام بہت زیادہ۔

☆وزن کو کم کرنے اور ہائی بلڈ پریشر کو اعتدال میں لانے کے لیے بھی روزہ رکھنا مفید ہے۔

☆ دینی فوائد کے علاوہ نماز تراویح اور تہجد سے جسمانی ورزش ہوتی ہے۔ اس طرح ہائی بلڈ پریشر کو کم کرنے کے لیے بھی یہ عبادات مفید ہیں، روزہ دار اگر معتدل غذا کا التزام کرے اور تلی ہوئی چکنی اور مرغن چیزوں سے پرہیز کرے تو وہ رمضان کے اختتام پر اپنے جسم کے کولیسٹرول کو معتدل اور وزن کو ہلکا پھلکا اور رمضان کو دل کے امراض سے بچانے والا بلکہ اس کا مداوا اور مسیحا محسوس کرے گا۔

☆گھٹنوں کے ورم میں مبتلا مریضوں کے لیے رمضان ایک سنہری موقع ہے کہ اس کو غنیمت سمجھتے ہوئے مریض اپنا وزن کم کر کے گھٹنوں پر سے وہ بوجھ کم کر سکتے ہیں، جس کو اس کے اعضاء و جوارح اٹھائے پھرتے ہیں۔

☆اسی طرح ذیابیطس کے قدیم مریضوں کے لیے بھی نادر موقع ہے کہ روزہ کے ذریعے سے اپنا وزن کم کر کے شوگر کے مرض پر قابو پالیں۔ اس سلسلہ میں علمی دروس اور اسباق بھی موجود ہیں کہ جن کے ذریعے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رمضان کے روزوں سے جسم میں مختلف امراض سے بچنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔

☆اگر ہم اپنی غذا کے سلسلہ میں اور اس کی باریکیوں پر نظر رکھیں اور افطار وسحری میں اپنے ہاضمہ کی قوت سے زیادہ نہ کھائیں تو روزوں کی حکمت کے ظاہری مقصد کو بھی حاصل کر سکتے ہیں، لیکن سخت افسوس اس پر ہے کہ بہت سے روزے دار رات دیر گئے تک مختلف قسم کے کھانے نوش جان کرتے رہتے ہیں بلکہ عموماً یہ دیکھا گیا ہے کہ سال کے دیگر مہینوں کی بہ نسبت رمضان کے مہینے میں کئی گنا زیادہ کھایا پیا جاتا ہے اور ظاہر ہے ایسے لوگ روزہ سے حاصل ہونے والے طبی فوائد سے استفادہ نہیں کر پاتے۔

☆روزہ میں جب بھوک اور پیاس، منہ کی ناپسندیدہ بُو کا سبب بنتی ہے تو اللہ کے آخری رسول محمد ﷺ کی طرف سے دی گئی یہ خوشخبری استقبال کرتی ہے کہ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے پاس مشک وکستوری سے زیادہ مطہر اور معطر ہے۔ (عربی سے ترجمہ)

سیر وسیاحت کا حکم

سوال: سیاحت کے بارے میں ایک مضمون پڑھا جس میں بتایا گیا ہے کہ سیاحت حرام ہے۔ آپ کا کیا خیال ہے؟

جواب: سیاحت ایک دنیوی کاموں میں سے ایک کام ہے، جس میں اُصل اس کا جائز ہونا ہے، اِلّا یہ کہ اس کام میں کوئی حرمت یا کراہت کا پہلو ہو۔

اس کے مقابلے میں عبادات میں اصل حرمت ہے یعنی انسان اپنی طرف سے ایک طریقہ عبادت مقرر کرے اور کہے کہ اس میں کیا حرج ہے؟ تو کہا جائے گا کہ نہیں! عبادت وہی جائز ہے جو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے متعین کی گئی ہو۔ ہمیں یہ دیکھنا ہو گا کہ سیاحت پر احکام خمسہ (واجب، مستحب، مباح ،مکروہ، حرام) میں سے کون سا حکم لاگو ہوتا ہے؟

جواب یہ ہے کہ سیاحت کی نوعیت اور اس کے مقصد پر موقوف ہے۔

1۔ اگر ایک جگہ سے دوسری جگہ انسان اپنے دین کی بنا پر ہجرت کرنے پر مجبور ہوا ہے تو وہ واجب کے درجے میں ہو گی، ایسے ہی اگر جہاد فرض ہو جائے یا دعوت الی اللہ کے لئے نکلا جائے جب کہ کوئی بھی یہ واجب ادا نہ کر رہا ہو تو یہ نکلنا بھی فرض کے درجہ میں ہو گا۔

2۔ بعض ایسے مقاصد بھی ہیں کہ جن کے لئے نکلنا فرض تو نہیں لیکن مستحب کے درجے میں ہے جیسے رزق کی تلاش میں نکلنا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولًا فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا مِنْ رِزْقِهِ ۖ وَإِلَيْهِ النُّشُورُ ﴾ (سورۃ الملک:15)

"وہی اللہ ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو نرم (چلنے اور مکان بنانے کے قابل) بنا دیا ہے تو پھر اس کی راہوں اور (گھاٹیوں) میں چلو پھرو اور اللہ کے عطا کردہ رزق میں سے کھاؤ اور اسی کی طرف کا (بروز قیامت اٹھایا جانا ہے۔) اسی طرح عبرت و نصیحت حاصل کرنے کے لئے نکلنا۔ سورۃ الروم ہے:

﴿ أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ﴾

کیا انہوں نے زمین میں چل پھر کر نہیں دیکھا کہ ان سے پہلے لوگوں کا انجام کیسا (بُرا) ہوا؟

اور ایسے ہی طالب علم کے لئے کسی دوسری جگہ جانا جہاں بہتر علم سیکھنے کا موقع ہو سیدنا ابو الدرداء ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَبْتَغِي فِيهِ عِلْمًا سهّل الله لَه طَرِيقًا إِلَى الجنةِ (ابن ماجہ)

جو شخص ایک ایسا راستہ اختیار کرتا ہے کہ جس میں اس کا مقصود علم کا حصول ہے تو اللہ جنت کا راستہ اس کے لئے آسان کر دے گا۔"

3۔ اگر خاص کسی گناہ کے کام کے لئے جانا ہوا جیسے جوا کھیلنے کے لئے یا کسی کا ناحق قتل کرنے کے لئے تو قطعاً حرام ہے۔

5۔ ایسا سفر ہو جس میں زیادہ تر کھیل کود ہو، نمازیں بھی بر وقت ادا نہ ہوتی ہوں تو وہ اگر حرام کے درجے میں نہ بھی پہنچے، کم از کم مکروہ ضرور قرار دیا جائے گا۔

5۔ تبدیلی ہوا یا کسی نئے شہر یا ملک میں قدرت الٰہی کی صناعی دیکھنے کی غرض سے جانا ہو تو وہ مباح کے درجے نہیں ہو گا، بشرطیکہ اس سفر میں کسی حرام شئے کا ارتکاب نہ ہو رہا ہو۔

اگر کسی جگہ پر اللہ کا عذاب نازل ہوا ہو اور دورانِ سفر وہاں سے گزرنا لازم ہو، تو پھر اللہ کے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ان عذاب کے مارے لوگوں پر سے گزرو تو روتے ہوئے گزرو تا کہ تم پر وہ عذاب نازل نہ ہو جو ان پر نازل ہو چکا ہے۔"

خود نبی ﷺ جب دیار ثمود پر سے گزرے تو سواری کو تیز کر دیا اور اپنے سر کو ڈھانپ لیا۔

اب آیئے اس حدیث کی طرف جسے سیدنا ابو امامہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ سے سیر و سیاحت کی اجازت چاہی تو انہوں کہا کہ میری امت کی سیاحت اللہ کی راہ (میں نکلنا) ہے۔" (سنن ابو داؤد)

جہاں تک اسناد کا تعلق ہے تو اس کی اسناد میں الولید بن مسلم ہیں، جو مدلس راوی ہیں اور پھر انہوں نے اس روایت کو 'عن' کے صیغے سے بیان کیا ہے، یہ وہ سبب ہے کہ جس کی وجہ سے شیخ البانی نے اسے ضعیف حدیث قرار دیا ہے۔

بہر حال یہ حدیث جہاد کی فضیلت میں بیان کی جاتی ہے جیسے ایک دوسری حدیث میں بیان ہوا۔

جو شخص اس حالت میں وفات پا جائے کہ نہ اس نے خود کسی غزوہ میں حصہ لیا اور نہ ہی غزوہ میں جانے کی نیت رکھی تو وہ منافقت کی ایک خصلت پر وفات پائے گا۔ (صحیح مسلم)

اس موضوع پر شیخ ابن باز سے سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا:

"سیاحت کا ایک مفہوم و مطلب روزہ رکھنا بھی ہے اور مقصود یہ ہے کہ وہ روزے کی مانند اپنے وقت کی حفاظت کا اہتمام کرے، یعنی اپنے وقت کا بہترین استعمال کرے جیسے جہاد میں شمولیت یا جو شخص جہاد

کیلئے نکل رہا ہے، اسکی ضروریات کو پورا کرے اور اس کی غیر حاضری میں اس کے اہل و عیال کا خیال رکھے، ضرورت مند تو اس کے کفن و دفن میں شریک ہو۔

پھر شیخ سے خاص طور پر دوسرے ممالک کی سیاحت کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا:

"اصل چیز یہ ہے کہ اس سیاحت سے مقصود کیا ہے؟ اگر ایک انسان کسی شرعی مصلحت کے تقاضے سے کہیں جاتا ہے، جیسے جہاد کی خاطر یا دعوت و تبلیغ کے لیے یا تعلیم و تعلم کے لیے تو اس میں قطعاً کوئی حرج نہیں ہے مگر اس بات کا خیال رکھے کہ کسی حرام چیز کا ارتکاب نہ ہو۔"

شیخ سے خاص طور پر پوچھا گیا کہ اگر اسلامی آثار دیکھنے کی نیت ہو تو؟

شیخ نے جواب دیا کہ اس بات کا خیال رکھے کہ وہ اپنے دینی تشخص کو ظاہر و باہر رکھے جیسے نماز کی محافظت۔ اور اگر صرف سیاحت مقصود ہو تو بہتر یہی ہے کہ بلادِ اسلامیہ کا رخ کرے، جہاں (حلال و حرام کا مسئلہ در پیش نہ ہو گا) لیکن اگر دوسرے ممالک میں جانا ہو تو جیسے پہلے کہا گیا، وہ اگر اپنے دین کو، دینی شعائر کو ظاہر کرنے پر قادر ہو تو پھر جا سکتا ہے۔

میں اتنا اضافہ کرنا چاہوں گا کہ حدیث "إن سياحة أمتي الجهاد في سبيل الله" حصر کے صیغہ سے تو نہیں ہے یعنی سیاحت صرف جہاد فی سبیل اللہ کا نام ہے تو مطلب یہ ہوا کہ وہ سیاحت جس کا بہت بڑا ثواب ہے، وہ تو جہاد ہے، لیکن اس کی دوسری صورتیں بھی ہو سکتی ہیں کہ جنکا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے۔ بہر حال شیخ کی بات بڑا وزن رکھتی ہے کہ سیاحت کے لئے جانا ہو تو پھر بلاد اسلامیہ کا رخ کرے کہ یہاں وہ سب کچھ سے جو آپ دیار غرب میں دیکھنا چاہتے ہیں اور اس پر مستزاد یہ کہ آپ کو حلال کھانا ہر جگہ میسر ہو گا۔ جگہ جگہ مساجد ملیں گی جہاں آپ نماز ادا کر سکیں گے اور پھر ناجائز اور بے ہودہ باتیں بھی دیکھنے کو نہ ملیں گی اور اب تو بلاد مغرب کے بڑے بڑے شہروں میں بھی یہ سہولیات دستیاب ہیں۔ اس لیے اگر دینی اقدار کی پائیداری کے ساتھ وہاں بھی جانا ہو تو مذکورہ پابندیوں کے ساتھ جانے میں کوئی حرج دکھائی نہیں دیتا۔

کیا عورت امام جماعت کرواسکتی ہے؟

یہ ایک تحریر موصول ہوئی ہے۔ جواب مطلوب ہے۔ پہلے تحریر ملاحظہ فرمائیں۔

عورتوں کا مل کر نماز تراویح یا کوئی بھی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ عورتوں کی جماعت مطلقاً مکروہ تحریمی ہے خواہ وہ فرض نماز ہو یا نماز تراویح ہو یا دیگر نوافل۔

عن عائشة أن رسول الله ﷺ قال لا خير في جماعة النساء إلا في مسجد أو في جنازة قتيل (مسند احمد:24376)

"سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عورتوں کی جماعت میں کوئی بھلائی نہیں ہے سوائے مسجد میں یا میت کے جنازے کے۔"

اس حدیث مبارکہ میں آپ علیہ السلام نے عورتوں کی جماعت کرانے کو ناپسند فرماتے ہوئے لاخیر فی جماعة النساء فرمایا، یعنی عورتوں کے جماعت کرانے میں بھلائی نہیں، لہٰذا اس حدیث مبارک کی روشنی میں عورتوں کا جماعت کرانا منع ہے چاہیے فرض نماز ہو یا نفل نماز۔

حدیث مبارکہ کے دوسری حصے میں عورت کو مسجد میں نماز پڑھنے کی اجازت دی گئی تھی لیکن بعد میں یہ اجازت بھی ختم ہوگئی، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے خود عورتوں کو مسجد میں جانے سے منع فرمادیا جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے:

عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهَا قَالَتْ لَوْ أَدْرَكَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَا أَحْدَثَ النِّسَاءُ لَمَنَعَهُنَّ الْمَسَاجِدَ كَمَا مُنِعَهُ نِسَاء بَنِي إسرائيل

"نبی کریم ﷺ کی زوجہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا روایت ہے فرمایا اگر نبی ﷺ ملاحظہ فرماتے جو باتیں عورتوں نے اب پیدا کی ہیں تو ضرور انہیں مسجد سے منع فرمادیتے، جیسے بنی اسرائیل کی عورتیں منع کر دی گئیں۔ (صحیح البخاری کتاب الاذان باب خروج النساء الی المساجد جلد 1 صفحہ 120 قدیمی کتب خانہ کراچی)

بہار شریعت میں ہے:

عورتوں کو کسی نماز میں جماعت کی حاضری جائز نہیں، دن کی نماز ہو یا رات کی جمعہ ہو یا عیدین خواہ وہ جوان ہوں یا بڑھیاں۔ (بہار شریعت:1/584)

اعلاء السنن میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

عن علي بن أبي طالب رضي الله عنه أنه قال لا تؤم المرأة قلت رجاله كلهم ثقات

"سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا عورت امامت نہ کرے۔" (إعلاء السنن:4/227، دار الکتب العلمیہ بیروت)

فتاوی ہندیہ میں ہے:

ويكره امامة المرءة للنساء في الصلوت كلها من الفرائض والنوافل

یعنی عورت کا امامت کرانا عورتوں کے لیے فرض و نوافل ہر طرح کی نماز میں مکروہ تحریمی ہے۔ (فتاوی ہندیہ:1/58)

فتاوی شامی میں ہے: ويكره تحريما جماعة النساء ولو في التراويح. فإن فعلن تقف الإمام وسطهن فلو قدمت أثمت

عورتوں کی جماعت کرانا مکروہ تحریمی ہے اگرچہ تراویح کی نماز ہو۔ (فتاوی شامی:2/305)

ان احادیث مبارکہ اور کتب فقہ سے یہ بات واضح ہوگئی کہ عورت کا امامت کرانا جائز نہیں ہے بلکہ عورت کا تنہا گھر میں نماز پڑھنا افضل ہے یہاں تک کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ عورت کی اپنے گھر کے کمرے میں نماز پڑھنا گھر کے صحن میں نماز پڑھنے سے افضل ہے جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے:

حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى أَنَّ عَمْرَو بْنَ عَاصِمٍ حَدَّثَهُمْ، قَالَ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ مُوَرِّقٍ عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ، عَنْعَبْدِ اللهِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: «صَلَاةُ الْمَرْأَةِ فِي بَيْتِهَا

أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِي حُجْرَتِهَا، وَصَلَاتُهَا فِي مَخْدَعِهَا أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِي بَيْتِهَا»

"سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت کی اپنے گھر کی نماز اس کی اپنے صحن کی نماز سے افضل ہے، اور اس کی اپنی اس کوٹھری کی نماز اس کے اپنے گھر کی نماز سے افضل ہے۔" (سنن ابوداوٗد:570)

واللہ ورسولہ أعلم بالصواب

جواب : اس ساری تحریر میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کو مدار حکم بنایا گیا ہے۔

یہ حدیث مسند احمد اور طبرانی (الأوسط) میں روایت کی گئی ہے۔ دونوں کی سند ہیں ایک راوی عبد اللہ بن لہیعہ ہیں اور ان پر کلام ہونے کی وجہ سے یہ روایت ضعیف قرار دی گئی ہے۔

اگر اسے قابل قبول بھی قرار دیا جائے تو اس حدیث میں بھی مانعین کے لئے کوئی حجت نہیں ہے، کیونکہ یہاں صرف عورتوں کی جماعت کے بہتر ہونے (یعنی خیریت) کی نفی کی جارہی ہے۔ الّا یہ کہ وہ مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھیں یا نماز جنازہ میں حاضر ہوں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی دوسری روایت جو پیش کی گئی ہے اور اسے استدلال کیا گیا ہے کہ یہ مسجد میں جانے کی اجازت بھی منع کر دی گئی تھی، یہ استدلال درست نہیں ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک خواہش کا ذکر کیا گیا ہے کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہ چیزیں دیکھتے جو عورتوں نے اب کر رکھی ہیں تو وہ انہیں مسجد کی حاضری سے بھی منع کر دیتے، جیسے بنو اسرائیل کی عورتوں کو منع کیا تھا۔

لیکن کیا آپ منع کیا تھا؟ جواب اس کا برعکس ہے۔ صحابی رسول سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بیٹے بلال نے اسی خدشے کی بنا پر جس کا اظہار سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کیا تھا، اپنی بیوی کو مسجد جانے سے روکا تھا۔ یہ بات اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو انہوں نے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی بات کارد کرتے ہوئے کہا تھا،

لا تمنعوا أماء الله مساجد الله

"یہ اللہ کی بندیاں ہیں کہ انہیں اللہ کے گھروں (مساجد) سے نہ روکو۔" (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

اب ہم وہ روایات بیان کرتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں اپنی جماعت کرا سکتی ہیں۔ بلکہ وہ اپنے گھر والوں کی امامت بھی کر سکتی ہیں۔

1۔ ام ورقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی زیارت کے لئے ان کے گھر آجاتے، اللہ تعالی کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے ایک آدمی کو مؤذن مقرر کیا جو ان کے لئے اذان دیا کرتا تھا اور ام ورقہ کو حکم دیا کہ وہ اپنے گھر والوں کی امامت کیا کریں۔ (سنن ابوداوٗد:591؛ مستدرک الحاکم:1/320؛ بیہقی:3/130)

2۔ ربطۃ الحنفیہ روایت کرتی ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہماری امامت کی اور فرض نماز پڑھائی، وہ ہمارے درمیان کھڑی رہیں۔ (دار قطنی:1/405؛ بیہقی:3/131)

3۔ حجیرہ روایت کرتی ہیں کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی اور وہ ہمارے درمیان کھڑی ہوئیں۔ (دار قطنی:1/405؛ بیہقی:3/131)

4۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ عورت اگر عورتوں کی نماز کی امامت کرے تو وہ ان کے درمیان کھڑی ہو۔ (عبد الرزاق:3/140؛ بیہقی:3/131)

5۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی ایک جاریہ (لونڈی یا بچی) کو حکم دیتے کہ وہ رمضان کی راتوں میں ان کے گھر کی خواتین کو نماز پڑھائیں۔ (ابن حزم المحلی:3/128)

اور یہی مذہب ہے، عطاء، الثوری، اوزاعی، اسحاق اور ابو ثور کا۔ شوافع کے نزدیک بھی عورتوں کا جماعت سے نماز پڑھنا مستحب ہے، فرض نہیں۔ (بحوالہ اسنی المطالب تالیف زکریا الانصاری)

حنابلہ کے نزدیک عورتوں کا جماعت کیساتھ نماز پڑھنا مسنون ہے چاہے امام مرد ہو یا عورت۔ (حوالہ شرح منتہی الارادات تالیف البہوتی)

احناف اور مالکیہ کے نزدیک خواتین کی جماعت مکروہ تحریمی کے درجہ میں آتی ہے کہ جس کی تفصیل مذکورہ تحریر میں آچکی ہے۔

اس تحریر میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا بھی ایک قول نقل کیا گیا ہے۔ جسے صاحب اعلاء السنن نے بطور دلیل درج کیا ہے اور پھر کہا ہے کہ اس کی سند کے سارے راوی ثقہ ہیں۔

یہ بات صحیح نہیں ہے۔ اس کی سند میں (مولی بنی ہاشم، یعنی بنو ہاشم کا آزاد کردہ غلام) ایک مجہول راوی ہے تو اس کے راوی ثقہ کیسے ہوگئے؟ (ابن ابی شیبہ:1/537)

فتاوی ہندیہ (یعنی عالمگیری فتاوی) اور فتاوی شامی (یعنی ابن عابدین کی رد المحتار) کی عبارتیں کوئی حدیث یا آثار صحابہ نہیں ہیں بلکہ مصنف نے خواتین کی جماعت پر جو حکم لگایا ہے، اس کا بیان ہے۔

البتہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی جو صحیح روایت پیش کی گئی ہے، اُسے عورتوں کی جماعت کا انکار ثابت نہیں ہوتا۔ صرف گھر میں اور گھر کے بھی اس کے خاص الخاص حجرے میں نماز پڑھنے کی افضلیت ثابت ہوتی ہے۔ اگر دو یا تین عورتیں اس گھر کے خاص الخاص حجرے میں جماعت کرا لیں تو کیا یہ فضیلت باقی نہ رہے گی؟

خلاصہ کلام یہ ہوا اگر کو خواتین کی نماز گھر میں افضل ہے لیکن اگر وہ مسجد میں پڑھنا چاہیں تو یہ بالکل جائز ہے۔ اور اگر وہ مسجد میں نماز پڑھیں گی تو جماعت کے ساتھ ہی پڑھیں گی کہ جس کا امام ایک مرد ہی ہوتا ہے۔ البتہ ان کی صف مردوں سے پیچھے اور اگر بچے بھی ہوں تو بچوں سے پیچھے ہوگی تاکہ مرد وزن کے اختلاط کی صورت پیدا نہ ہو۔ اور اسی بات کی ہدایت بھی تو اللہ کے رسول ہی نے دی ہے۔

اور اگر وہ کسی جگہ خود اپنی جماعت کرانا چاہیں تو یہ بھی جائز ہے لیکن عورتوں میں سے ان کی امام خاتون صف کے درمیان کھڑی ہوگی۔ مردوں کی طرح صف کے آگے نہ ہوگی۔ عورتوں کی جماعت کو مکروہ تحریمی کہنا ایک بڑی جسارت ہے جس کا مذکورہ بالا دلائل کے ہوتے ہوئے کوئی جواز نہیں بنتا۔

☆☆☆

نبی ﷺ کی نماز کے اوصاف وطریقہ کے متعلق

حدیث نمبر:80

عَنْ عائشة رضي الله عَنْها قالت : «كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَسْتَفْتِحُ الصَّلاةَ بِالتَّكْبِيرِ، وَالْقِرَاءَةِ رضي الله عَنْه ﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ وَكَانَ إِذَا رَكَعَ، لَمْ يُشْخِصْ رَأْسَهُ، وَلَمْ يُصَوِّبْهُ، وَلَكِنْ بَيْنَ ذَلِكَ، وَكَانَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ، لَمْ يَسْجُدْ حَتَّى يَسْتَوِيَ قَائِماً، وَكَانَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السَّجْدَةِ، لَمْ يَسْجُدْ، حَتَّى يَسْتَوِيَ قَاعِداً، وَكَانَ يَقُولُ فِي كُلِّ رَكْعَتَيْنِ التَّحِيَّةَ، وَكَانَ يَفْرِشُ رِجْلَهُ الْيُسْرَى وَيَنْصِبُ رِجْلَهُ الْيُمْنَى، وَكَانَ يَنْهَى عَنْ عُقْبَةِ الشَّيْطَانِ، وَيَنْهَى أَنْ يَفْتَرِشَ الرَّجُلُ ذِرَاعَيْهِ افْتِرَاشَ السَّبُعِ، وَكَانَ يَخْتِمُ الصَّلاةَ بِالتَّسْلِيمِ».(رواه مسلم، كتاب الصلاة،باب مَا يَجْمَعُ صِفَةَ الصَّلَاةِ وَمَا يُفْتَتَحُ بِهِ وَيُخْتَمُ بِهِ وَصِفَةَ الرُّكُوعِ وَالِاعْتِدَالِ مِنْهُ وَالسُّجُودِ وَالِاعْتِدَالِ مِنْهُ وَالتَّشَهُّدِ بَعْدَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ مِنَ الرُّبَاعِيَّةِ وَصِفَةَ الْجُلُوسِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ وَفِي التَّشَهُّدِ الْأَوَّلِ۔ باب۔ نماز کی جامع صفت، اس کا افتتاح، اور اختتام رکوع وسجود کو اعتدال کے ساتھ ادا کرنے کا طریقہ، چار رکعات والی نماز میں سے ہر دو رکعتوں کے بعد تشہد اور دونوں سجدوں اور پہلے قعدے میں بیٹھنے کے طریقہ کا بیان: برقم498)

حدیث مبارکہ کا سلیس ترجمہ

ام المؤمنین سیدہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز تکبیر (اللہ اکبر) سے شروع کرتے اور قرآت الْحَمْدُ للهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (یعنی سورۃ فاتحہ) سے شروع کرتے جب آپ نے رکوع کیا تو اپنے سر کو نہ اونچا رکھا اور نہ نیچے لٹکایا بلکہ اسکے درمیان رکھا اور جب اپنا سر رکوع سے اٹھایا پھر سجدہ نہیں کیا یہاں تک کہ آپ سیدھے کھڑے ہو گئے اور جب آپ سجدے سے سر اٹھاتے تھے تو نہیں (دوسرا) سجدہ کرتے تھے یہاں تک کہ آپ سیدھے (آرام واطمینان سے) بیٹھ جاتے اور ہر دو رکعت کے بعد التحیات پڑھتے اپنا بایاں پاؤں بچھا دیا کرتے تھے اور دایاں پاؤں کھڑا رکھتے، آپ شیطان کی مانند بیٹھنے سے منع کرتے تھے اور آپ اس سے بھی منع کرتے کہ کوئی شخص درندوں کی طرح اپنے بازو پھیلائے اور آپ نماز کا اختتام سلام (السلام علیکم ورحمۃ اللہ) سے کرتے۔(بخاری ومسلم)

حدیث مبارکہ کے بعض الفاظ کے معانی

1۔ يَسْتَفْتِحُ : آغاز کرتے، شروع کرتے، افتتاح کرتے۔

2۔لَمْ يُشْخِصْ :نہ اونچا کیا۔

3۔لَمْ يُصَوِّبْهُ:نہ اسے لٹکایا۔

4۔اِذَا رَفَعَ رَاسَهُ:جب اپنا سر اٹھایا۔

5۔مِنَ السَّجْدَةِ :سجدے سے۔

6۔حَتّٰى يَسْتَوِىَ قَاعِدًا: یہاں تک کہ سیدھے بیٹھ جاتے۔

7۔كَانَ يَفْرِشُ :بچھاتے تھے۔

8۔رِجْلَهُ الْيُسْرٰى :بایاں پاؤں۔

9۔عُقْبَةُ الشَّيْطَانِ:شیطان کا بیٹھنا۔

10۔ اِفْتِرَاشَ السَّبُعِ:درندے کی مانند بچھانا۔

11۔ كَانَ يَخْتِمُ الصَّلَاةَ:نماز ختم کرتے تھے۔

12۔بِالتَّسْلِيْمِ:سلام کے ساتھ۔

حدیث مبارکہ سے حاصل ہونے والے بعض مسائل اور احکام

1۔ نماز کی ابتدا تکبیر یعنی اللہ اکبر سے ہے اس سے پہلے اپنی زبان یا عربی زبان میں نیت کے نام پر الفاظ کہنا رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں ہیں ایسا کرنا بدعات میں سے ہے جو کہ بہت خطرناک اور کبیرہ گناہ ہے۔

پہلی تکبیر کو تکبیر تحریمہ کہا جاتا ہے اور یہ تکبیر کہنا فرض ہے اس کے کہنے سے نماز کے دوران وہ جملہ اقوال و افعال حرام ہو جاتے ہیں جو نماز کے منافی ہوتے ہیں۔ اور اس کے کہے بغیر کوئی شخص نماز میں داخل نہیں ہو سکتا ہے۔ کئی لوگ جہالت کی وجہ سے باجماعت نماز میں تاخیر سے شامل ہونے کی صورت میں تکبیرِ تحریمہ کو چھوڑ دیتے مثلاً امام اگر رکوع، سجود، یا تشہد وغیرہ میں ہو تو تاخیر سے ملنے والا بغیر تکبیر تحریمہ کے اسی حالت میں چلا جاتا ہے جس حالت میں امام صاحب ہوتے ہیں اس طرح کرنے سے نماز نہیں ہوتی ہے، ایسی صورت میں مقتدی کو دو تکبیریں کہنی چاہیے ایک تکبیر تحریمہ اور دوسری تکبیر انتقال۔

2۔ نماز میں قرات کی ابتدا سورہ فاتحہ سے ہے اور سورۃ فاتحہ کے کئی ایک نام ہیں ان میں سے ایک الحمد اور الحمد للہ رب العالمین ہے۔ اور اس سورہ کی ابتدا راجح قول کے مطابق بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے ہے البتہ اس کو جھری اور سری دونوں طرح پڑھنا ثابت ہے۔ لیکن اس کو چھوڑنا درست نہیں ہے۔

3۔ رکوع کے دوران پیٹھ اور سر کو سیدھا رکھا جائے نہ سر اونچا ہو اور نہ ہی زیادہ جھکا ہوا ہو۔ اس میں عموماً

لوگ غلطی کرتے ہیں بہت کم لوگ ہیں جن کی رکوع میں پیٹھ اور سر سیدھا ہوتا ہے اکثر لوگ رکوع کی حالت میں اپنی نظر پاؤں میں رکھنے کی وجہ سے پیٹھ اور سر کو سیدھا نہیں رکھ پاتے ہیں، اکثر لوگ گھٹنوں پر صحیح طریقہ سے ہاتھ نہ رکھنے کی وجہ سے بھی کمر اور سر کو سیدھا نہیں رکھ پاتے ہیں۔ ہر مسلمان کو رکوع و سجود کا صحیح طریقہ اہل علم سے سیکھنا چاہیے کیونکہ یہ دونوں نماز کے عظیم ارکان میں سے ہیں۔

4۔ نماز کے دوران تعدیل ارکان یعنی تمام ارکان میں اطمینان و ٹھہراؤ کا خیال رکھنا نماز کے فرائض میں سے ہے۔

5۔ ہر دو رکعت کے بعد تشہد ضروری ہے۔ رہ جانے کی صورت میں سجدہ سہو ہے۔

6۔ پہلی تشہد کے دوران بایاں پاؤں بچھایا جائے اور دایاں کھڑا رکھا جائے۔ اور آخری تشہد میں تورک کرنا سنت ہے یعنی دائیں پاؤں کو کھڑا کرنا اور بائیں پاؤں کو دائیں پنڈلی سے باہر نکال کر سرین پر بیٹھنا۔

7۔ تشہد کے دوران شیطان اور درندوں کی مانند بیٹھنا منع ہے۔ یعنی سرین زمین پر رکھ لینا اور پنڈلیاں کھڑی کر کے پاؤں کی ہتھیلیاں زمین پر رکھنا۔ سجدے میں بازو کے بجائے صرف ہتھیلیاں زمین پر لگانی چاہئیں، بہت ساری عورتیں سجدہ سکڑ کر کرتی ہیں اور بازو بھی بچھا کر رکھتی ہیں جو کہ سنت رسول کے خلاف ہے اور ایسا سجدہ نہیں ہوتا ہے۔

8۔ نماز کا اختتام سلام یعنی السلام علیکم ورحمۃ اللہ سے کیا جائے اور یہ بھی تکبیر تحریمہ اور باقی نماز کے فرائض کی طرح فرض ہے۔ بعض لوگوں کی رائے ہے کہ نماز میں سلام فرض نہیں ہے بلکہ اس کی جگہ کوئی اور کام کر کے بھی نماز کا اختتام کیا جاسکتا ہے حتی کہ ہوا خارج کر کے بھی ان لوگوں کے ہاں صرف نماز کے اختتام کی نیت ضروری ہے۔ اور یہ رائے درست نہیں ہے۔ کتاب و سنت کے مخالف ہے۔

حدیث نمبر: 81

عَنْ عبد اللَّه بن عمر رضي الله عَنْه : «أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَرْفَعُ بيَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ، إِذَا افْتَتَحَ الصَّلاةَ، وَإِذَا كَبَّرَ لِلرُّكُوعِ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ رَفَعَهُمَا كَذَلِكَ، وَقَالَ : سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ، وَكَانَ لا يَفْعَلُ ذَلِكَ فِي السُّجُودِ».

(رواه البخاري، كتاب الأذان، باب رفع اليدين في التكبيرة الأولى مع الافتتاح سواء، برقم 735، وبرقم 736، ورقم 738، ورقم 739، ومسلم، كتاب الصلاة، باب استحباب رفع اليدين حذو المنكبين مع تكبيرة الإحرام والركوع، وفي الرفع من الركوع، وأنه لا يفعله إذا رفع من السجود، برقم 390)

حدیث مبارکہ کا سلیس ترجمہ

سیدنا حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دونوں ہاتھ اٹھایا کرتے تھے اپنے کندھوں کے برابر جب نماز کا آغاز کرتے اور جب رکوع کے لیے اللہ اکبر کہتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے اور اسی طرح اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے اور کہتے سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ اور اس طرح سجدوں میں نہ کرتے تھے۔

حدیث مبارکہ کے بعض الفاظ کے معانی

1۔ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ: اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے تھے۔

2۔ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ: اپنے دونوں کندھوں کے برابر۔

3۔ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ: جب آپ نماز شروع کرتے۔

4۔ وَإِذَا كَبَّرَ لِلرُّكُوْعِ: اور جب رکوع کے لیے آپ تکبیر یعنی اللہ اکبر کہتے۔

5۔ رَفَعَهُمَا كَذَلِكَ: اپنے دونوں ہاتھ اسی طرح اٹھاتے یعنی جسطرح تکبیر تحریمہ کے وقت اٹھاتے۔

حدیث مبارکہ سے حاصل ہونے والے بعض مسائل اور احکام

1۔ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع الیدین کرنے پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے اور پوری امت اس پر عمل پیرا ہے۔

2۔ رکوع جاتے اور رکوع اٹھتے وقت رفع الیدین کرنا سنت رسول سے صریحا ثابت ہے۔ اور یہی عمل تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور محدثین اہل الحدیث کا ہے۔

3۔ رفع الیدین نماز کی زینت ہے۔

4۔ رفع الیدین کرتے ہوئے نمازی اپنے دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر تک اٹھائے اسی طرح کانوں کی لو تک اٹھانا بھی ثابت ہے البتہ کانوں کو پکڑنا یا چھونا ثابت نہیں ہے۔

5۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سجدوں کے دوران رفع الیدین نہیں کیا کرتے تھے۔

6۔ امام شافعی کے نزدیک رفع الیدین کرنے سے اللہ کی تعظیم کا اعتراف اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع ہوتی ہے۔

7۔ نماز میں رفع الیدین عاجزی کا اظہار ہے۔

8۔ رفع یدین کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت متواترہ ہے اسے مذاق کا نشانہ بنانا سنت کی توہین کرنے کے مترادف ہے اسکے تواتر پر ائمہ کی صراحت موجود ہے، احادیث کی تمام کتب میں رفع الیدین کرنے کی احادیث موجود ہیں۔ جس حدیث میں تکبیر تحریمہ کے رفع الیدین کا ذکر ہے اسی میں رکوع اور رکوع سے سر اٹھانے وقت کے رفع الیدین کا ذکر ہے۔ حدیث کے ایک حصے پر عمل کرنا اور ایک حصے کو چھوڑ دینا مسلمان کی شان نہیں ہے۔

9۔ رکوع میں جانے کے لیے تکبیر کہنا۔

10۔ رکوع سے اٹھتے وقت سمع اللہ لمن حمدہ کہنا راجح قول کے مطابق یہ حکم امام و مقتدی دونوں کو ہے۔

11۔ سجدوں میں رفع الیدین نہ کرنے کی صراحت۔ جن روایات میں سجدوں میں رفع الیدین کا ذکر ہے وہ ضعیف اور شاذ ہیں۔

شرک کی تعریف اور اقسام

تعریفِ شرک

لغوی طور پر اس کے معنی ہیں:

الإشراك والمقارنة

یعنی کسی کی شریک ٹھیرانا اور ایک شے کو دوسری سے ملانا۔

شرعی اعتبار سے اس کا مفہوم یہ ہے کہ اُن امور میں غیر اللہ کو اللہ کے برابر قرار دیا جائے جو صرف خدا ہی کے ساتھ خاص ہیں۔

اقسام شرک

اِس کی دو قسمیں ہیں:

1۔ شرک اکبر

اِس سے مراد ہر وہ شرک ہے جسے شارع نے مطلق رکھا ہے۔ اس کے ارتکاب سے انسان دین کے دائرے سے نکل جاتا ہے۔

2۔ شرک اصغر

ہر وہ قول یا فعل جس پر کفر یا شرک کا اطلاق شرعاً ثابت ہو اور شرعی دلائل سے یہ معلوم ہو کہ اس کا مرتکب دائرۂ اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔

شرک اکبر اور شرک اصغر میں فرق

ذیل کے نقشے سے ان دونوں میں فرق سمجھا جا سکتا ہے:

شرک اکبر

1۔ یہ انسان کو ملت اسلامیہ سے خارج کر دیتا ہے۔

2۔ اس کا ارتکاب کرنے والا ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔

3۔ یہ انسان کے تمام اعمال کو ضائع و برباد کر دیتا ہے۔

4۔ اس سے خون اور مال مباح ہو جاتا ہے۔

شرک اصغر

1۔ یہ دائرۂ اسلام سے خارج نہیں کرتا۔

2۔ اس کا مرتکب اگر جہنم میں داخل ہوا، تو دائمی طور پر اس میں نہ رہے گا۔

3۔ اس سے تمام اعمال ضائع نہیں ہوتے بل کہ ریاکاری (شرکِ اصغر) صرف اسی عمل کو برباد کرتی ہے جس میں یہ موجود ہو۔

4۔ یہ شرک جان و مال کو مباح نہیں کرتا۔

شرکِ اکبر کے اقسام

اس کی چار قسمیں ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

1۔ دعا اور پکار کا شرک

اس کی دلیل اللہ عزوجل کا یہ ارشاد ہے:

﴿فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ﴾ (سورۃ العنکبوت 29:65)

”پس جب وہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ کو پکارتے ہیں، اسی کے لیے اطاعت کو خاص کرتے ہوئے؛ پس جب ان کو خشکی کی طرف نجات دے دیتا ہے تو پھر وہ اس کے شریک ٹھیرانے لگتے ہیں۔“

2۔ قصد و ارادہ اور نیت کا شرک

اس کی دلیل یہ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيهَا وَهُمْ فِيهَا لَا يُبْخَسُونَ ۝ أُولَـٰئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا وَبَاطِلٌ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ (سورۃ ہود:15-16)

”اور جو دنیا کی زندگی اور اس کے سر و سامان کے طالب ہوتے ہیں، ہم اُن کے اعمال کا بدلہ یہیں چکا دیتے ہیں اور اس میں ان کے ساتھ کوئی کمی نہیں کی جاتی۔ یہی لوگ ہیں، جن کے لیے آخرت میں آگ کے سوا کچھ بھی نہیں اور جو کچھ انھوں نے اس میں کیا کرایا ہے، سب ملیامیٹ ہو جائے گا اور باطل ہے جو کچھ وہ کرتے رہے ہیں۔“

3۔ اطاعت کا شرک

قرآن شریف کی یہ آیت اس کی دلیل ہے:

﴿اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَـٰهًا وَاحِدًا ۖ لَا إِلَـٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾ (سورۃ التوبۃ:31)

”انھوں نے اپنے علما اور درویشوں کو اللہ تعالی کے سوا اپنا رب بنا لیا ہے اور اسی طرح مسیح ابن مریم کو بھی، حالاں کہ ان کو ایک معبود کے سوا کسی کی بندگی کا حکم نہیں دیا گیا تھا؛ وہ جس کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں، پاک ہے وہ اُن مشرکانہ باتوں سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔“

اس آیت مبارکہ کی تفسیر یہ ہے، جس میں کوئی الجھاؤ اور پیچیدگی نہیں، کہ معصیتِ خداوندی میں علما و مشائخ کی اطاعت کی جائے۔ یہاں انھیں پکارنا مراد نہیں ہے۔

چنانچہ سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کے استفسار پر نبی کریم ﷺ نے بھی یہی تشریح فرمائی تھی۔

سیدنا عدی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا تھا کہ ہم تو ان کی عبادت نہیں کرتے تھے؛ آنحضرت ﷺ نے واضح کیا کہ اللہ کی نافرمانی میں عالموں اور درویشوں کی پیروی

ہی در حقیقت اُن کی عبادت ہے۔(جامع الترمذی، ابواب التفسیر، باب و من تفسیر سورۃ التوبۃ، حدیث 3095)

4۔ محبت کا شرک

اس کی دلیل اللہ عزوجل کا یہ ارشاد ہے:

﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَنْدَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ ﴾(سورۃ البقرہ: 165)

"اور لوگوں میں سے بعض ایسے ہیں جو دوسروں کو بھی اللہ کا شریک بناتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے برابر اُن سے محبت کرتے ہیں۔"

شرک اکبر اور شرک اصغر کی مثالیں

شرک اکبر کی مثالیں

شرک اکبر کی دو صورتیں ہیں؛ ان دونو کی الگ الگ مثالیں درج ذیل ہیں:

الف۔ شرک اکبر جلی

غیر اللہ کے لیے ذبح کرنا؛ خدا کے سوا کسی اور کی خاطر نذر ماننا؛ اللہ کے علاوہ کسی اور ہستی سے فریادرسی چاہنا یا اُسے مدد کے لیے پکارنا۔

ب۔ شرک اکبر خفی

منافقین کا شرک اور ریاکاری؛ اِسی طرح تکلیف و مصیبت کا خوف رکھنا، یعنی اُن امور میں غیر اللہ کا ڈر اور خوف کھانا جن پر سوائے خدا کے اور کوئی قدرت نہیں رکھتا۔

شرک اصغر کی مثالیں

اس کی بھی دو قسمیں ہیں:

ا۔ شرک اصغر جلی

غیر اللہ کی قسم کھانا؛ یہ کہنا کہ جو خدا چاہے اور تم چاہو؛ یا یہ کہنا کہ اگر اللہ تعالیٰ اور فلاں نہ ہوتا (تو یوں ہو جاتا)۔

ب۔ شرک اصغر خفی

معمولی ریاکاری؛ بد شگونی لینا یا کسی شے کی نحوست کا اعتقاد رکھنا۔

شرک سے بچنے کی ایک نافع دعا

سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا:

أَيُّهَا النَّاسُ، اتَّقُوا هَذَا الشِّرْكَ، فَإِنَّهُ أَخْفَى مِنْ دَبِيبِ النَّمْلِ

"اے لوگو! شرک سے بچو کیوں کہ یہ چیونٹی کے چلنے کی آواز سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے۔"

کسی نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم اِس سے کیسے بچ سکتے ہیں، جب کہ یہ چیونٹی کے رینگنے کی آواز سے بھی زیادہ مخفی ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم یوں کہا کرو:

اَللَّهُمَّ إِنَّا نَعُوذُ بِكَ مِنْ أَنْ نُشْرِكَ بِكَ شَيْئًا نَعْلَمُهُ، وَنَسْتَغْفِرُكَ لِمَا لَا نَعْلَمُ

"یا اللہ! ہم اِس بات سے تیری پناہ میں آتے ہیں کہ ہم جانتے بوجھتے کسی کو تیرا شریک ٹھہرائیں اور لاعلمی میں ہونے والی خطاؤں کی تجھ سے بخشش چاہتے ہیں۔" (مسند احمد بن حنبل: 4/401، محدث البانی رحمہ اللہ نے اسے حسن قرار دیا ہے۔)

شرک کی تاریخ

بنی آدم کا اصل عقیدہ توحید تھا اور شرک بعد میں مروج ہوا، جیسا کہ ترجمان القرآن سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے:

"كَانَ بَيْنَ آدَمَ وَنُوحٍ عَشَرَةُ قُرُوْنٍ كُلُّهُمْ عَلَى التَّوْحِيْدِ."

"سیدنا آدم علیہ السلام اور سیدنا نوح علیہ السلام کے مابین دس صدیوں کا زمانہ تھا اور اس سارے عرصے میں لوگ عقیدۂ توحید ہی پر قائم تھے۔"

رُوے زمین پر سب سے پہلا شرک

شرک سب سے پہلے سیدنا نوح علیہ السلام کی قوم میں ظہور پذیر ہوا، جب انھوں نے نیک اور صالح لوگوں کے بارے میں غلو کرنا شروع کر دیا اور ان کی تصویریں بنانے لگے۔ اِس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خدا کے ساتھ اُن کی بھی عبادت کرنے لگے؛ چناں چہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا نوح علیہ السلام کو اِن کی طرف رسول بنا کر بھیجا جو اِنھیں توحید کی طرف بلاتے تھے۔

قوم موسیٰ علیہ السلام میں شرک کا ظہور

ان لوگوں میں شرک کا آغاز اس وقت ہوا جب انھوں نے بچھڑے کی پرستش شروع کر دی۔

نصاریٰ میں شرک کی ابتدا

عیسائیوں میں شرک کا عقیدہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اُٹھائے جانے کے بعد پیدا ہوا۔ یہ پولس کی کارستانی تھی، جس نے دھوکے اور فریب سے کام لیتے ہوئے، سیدنا مسیحؑ پر ایمان لانے کا دعویٰ کیا اور نصاریٰ کے مذہب میں تثلیث، صلیب کی پوجا اور دیگر شرکیہ خرافات کی آمیزش کر دی۔

سرزمین عرب میں شرک کی آمد

یہاں شرک کی آمد عمرو بن لُحی الخزاعی کے ہاتھوں ہوئی جس نے حضرت ابراہیمؑ کے دین کا حلیہ بگاڑ دیا۔ یہ ارضِ حجاز میں بت لے کر آیا اور لوگوں کو ان کی عبادت کا حکم دیا۔

امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں شرک کا آغاز

مسلمانوں میں شرک کی ابتدا چوتھی صدی ہجری کے بعد فاطمیوں نے کی، جب انھوں نے قبروں پر مشاہد (اجتماع گاہوں) کی تعمیر شروع کی؛ اسلام میں مختلف لوگوں کے میلاد منانے کی بدعت ایجاد کر لی اور صالحین کے باب میں غلو اور مبالغہ آمیزی سے کام لینے لگے۔

اسی طرح راہِ صواب سے ہٹا ہوا تصوف بھی امت میں شرک کا ایک اہم سبب ہے جس کی عمارت مختلف سلسلوں کے مشائخ اور بزرگوں کے باب میں غلو پر اساس پذیر ہے۔

مجلس سے کسی کو اٹھا کر خود بیٹھنے کی ممانعت

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ

نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يُقَامَ الرَّجُلُ مِنْ مَجْلِسِهِ وَيَقْعُدُ فِيهِ آخَرُ، وَلَكِنْ تَفَسَّحُوا وَتَوَسَّعُوا

(صحیح بخاری، کتاب الإستئذان، باب ﴿إذا قيل لكم تفسحوا في المجلس، فافسحوا يفسح الله لكم وإذا قيل انشزوا فانشزوا﴾: 6270-صحيح مسلم، كتاب السلام، باب تحريم إقامة الإنسان من موضعه المباح الذي سبق إليه:2177)

"رسول اللہ ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ کسی آدمی کو اس کی جگہ سے اُٹھا کر کوئی دوسرا شخص اس کی جگہ پر بیٹھ جائے، لیکن تم کشادہ اور وسیع ہو جایا کرو۔"

کیونکہ جو شخص پہلے آ کر بیٹھا ہے وہی اس جگہ پر بیٹھنے کا حقدار ہے، بعد میں آنے والے کا اسے اٹھا کر خود وہاں بیٹھ جانا اس شخص کی حق تلفی ہے، اس لیے اس سے منع فرمایا گیا۔ البتہ اس کا حل بتلا دیا گیا کہ بہ جائے کسی کو اٹھانے کے مجلس کشادہ کر لی جائے اور تھوڑا کھلے کھلے ہو لیا جائے تاکہ نیا آنے والا بھی بآسانی بیٹھ سکے۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ مِنْ مَجْلِسٍ كَانَ فِيهِ ثُمَّ رَجَعَ إِلَيْهِ فَهُوَ أَحَقُّ بِمَجْلِسِهِ»

(صحيح مسلم، كتاب السلام، باب إذا قام من مجلسه، ثم عاد فهو أحق به: 2179-سنن ابن ماجه، كتاب الأدب، باب من قام عن مجلس فرجع فهو أحق به:3717)

"جب تم میں سے کوئی اپنی جگہ سے جہاں وہ بیٹھا ہو اُٹھ کر جائے، پھر وہ واپس آئے تو اپنی اس جگہ پر بیٹھنے کا وہی زیادہ حق رکھتا ہے۔"

یعنی اگر کوئی شخص کسی ضرورت کے باعث مجلس سے اٹھ کر جاتا ہے تو کسی اور کو اس کی جگہ پر نہیں بیٹھ جانا چاہیے، بلکہ اس کی جگہ خالی ہی رکھی جائے یا اگر کوئی بیٹھ بھی جائے تو اس کی واپسی پر اس کی جگہ چھوڑ دی جائے تاکہ وہ اپنی جگہ پر بیٹھ سکے لیکن اگر اس کے واپس نہ آنے کا یقین ہو تو پھر اس کی جگہ پر بیٹھا جا سکتا ہے۔

دو آدمیوں کے درمیان بیٹھنے کی ممانعت

سیدنا عمرو بن شعیب اپنے باپ کے حوالے سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ

نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يَجْلِسَ الرَّجُلُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ إِلَّا بِإِذْنِهِمَا

(سنن أبوداؤد، كتاب الأدب، باب في الرجل يجلس بين الرجلين بغير إذنهما: 4844-سنن ترمذي، أبواب الأدب، باب ما جاء في كراهية الجلوس بين الرجلين بغير إذنهما: 2752)

"رسول اللہ ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص دو آدمیوں کے درمیان بیٹھے، ہاں اگر ان کی اجازت ہو تو پھر کوئی حرج نہیں ہے۔"

منتہائے مجلس پر بیٹھنا

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

كُنَّا إِذَا أَتَيْنَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ جَلَسْنَا حَيْثُ نَنْتَهِي.(سنن أبوداؤد، كتاب الأدب، باب في التحلق: 4825-سنن ترمذی، أبواب الأدب، باب منه: 2725)

"جب ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوتے تھے تو جہاں ہم آخر میں ہوتے وہیں بیٹھ جاتے۔"

یعنی آخر میں آ کر آگے بیٹھنے کے لیے لوگوں کے کندھے پھلانگ پھلانگ کر آگے جانے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے بلکہ مجلس کے آخر میں جہاں جگہ ملے وہیں بیٹھ جانا چاہیے تاکہ لوگوں کو بھی تکلیف نہ ہو اور آدابِ مجلس بھی پامال نہ ہوں۔

وسیع و کشادہ مجلس

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا:

«خَيْرُ الْمَجَالِسِ أَوْسَعُهَا»

(سنن أبوداؤد، كتاب الأدب، باب في سعة المجلس: 4820- مسند أحمد:69/3-سلسلة الأحاديث الصحيحة:832)

"بہترین مجلس وہ ہے جو بہت کشادہ اور کھلی ہو۔"

کیونکہ اگر جگہ کی تنگی ہو تو سبھی لوگ تنگ ہوتے رہتے ہیں اور ہر نئے شخص کی آمد پر ساری مجلس کو اِدھر اُدھر ہونا پڑتا ہے، اس لیے پہلے ہی کسی وسیع و کشادہ جگہ کا انتخاب کیا جائے تاکہ بعد میں کسی پریشانی کا سامنا نہ ہو اور مقصودِ مجلس تمام تر توجہ و انہماک سے حاصل کیا جائے۔

بلا تکلف مجلس میں جگہ پانا

سیدنا ابوواقد لیثی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ بَيْنَمَا هُوَ جَالِسٌ فِي الْمَسْجِدِ وَالنَّاسُ مَعَهُ إِذْ أَقْبَلَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ فَأَقْبَلَ اثْنَانِ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَذَهَبَ وَاحِدٌ. قَالَ: فَوَقَفَا عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، فَأَمَّا أَحَدُهُمَا فَرَأَى فُرْجَةً فِي الْحَلْقَةِ فَجَلَسَ فِيهَا، وَأَمَّا الْآخَرُ فَجَلَسَ خَلْفَهُمْ، وَأَمَّا

الثَّالِثُ فَأَدْبَرَ ذَاهِبًا، فَلَمَّا فَرَغَ رَسُولُ اللهِ ﷺ قَالَ:

«أَلَا أُخْبِرُكُمْ عَنِ النَّفَرِ الثَّلَاثَةِ؟ أَمَّا أَحَدُهُمْ فَأَوَى إِلَى اللهِ فَآوَاهُ اللهُ، وَأَمَّا الْآخَرُ فَاسْتَحْيَا فَاسْتَحْيَا اللهُ مِنْهُ، وَأَمَّا الْآخَرُ فَأَعْرَضَ فَأَعْرَضَ اللهُ عَنْهُ.»

(صحيح بخارى، كتاب العلم، باب من قعد حيث ينتهي به المجلس، ومن رأى فرجة في الحلقة فجلس فيها:66-صحيح مسلم، كتاب السلام، باب من أتى مجلسا فوجد فرجة فجلس فيها وإلا وراءهم: 2176)

"رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف فرماتھے اور لوگ آپ ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ تین آدمی آئے، دو تو رسول اللہ ﷺ کے پاس آگئے اور ایک چلا گیا۔ راوی کہتے ہیں کہ وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس کھڑے ہوگئے، ان میں سے ایک نے تو مجلس میں کچھ گنجائش دیکھی تو وہ وہاں بیٹھ گیا، اور دوسرا ان کے پیچھے بیٹھ گیا، جبکہ تیسرا واپس چلا گیا۔ جب رسول اللہ ﷺ فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"کیا میں تمہیں تین لوگوں کی بات نہ بتلاؤں؟ ان میں سے ایک اللہ تعالیٰ کی طرف جگہ چاہی تو اللہ نے اسے جگہ دے دی، دوسرے نے شرم محسوس کی تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس سے شرم محسوس کی اور تیسرے نے منہ پھیر لیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس سے منہ پھیر لیا۔"

اللہ تعالیٰ نے شرم محسوس کی کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بیٹھنے کے لیے جگہ نہ دی اور منہ پھیر لینے سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تیسرے شخص کو رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں بیٹھنے کی توفیق ہی نہ دی۔

حلقے بنا کر بیٹھنے کی کراہیت

سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ وَنَحْنُ حِلَقٌ مُتَفَرِّقُونَ، فَقَالَ:

«مَا لِي أَرَاكُمْ عِزِينَ.» قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ: كَأَنَّهُ يُحِبُّ الْجَمَاعَةَ.

(صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب الأمر بالسكون في الصلاة، والنهي عن الإشارة باليد: 430-سنن أبوداؤد، كتاب الأدب، باب في التحلق: 4823)

"ہم الگ الگ حلقے لگائے بیٹھے ہوئے تھے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں کیا دیکھ رہا ہوں کہ تم فرقوں میں بٹے بیٹھے ہو۔ محمد بن فضیل کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ایسے فرمایا کہ جیسے آپ ﷺ جماعت)یعنی ایک جگہ مل کر بیٹھنے(کو پسند فرماتے ہیں۔"

لیکن اگر کسی فائدے اور مقصد کے باعث حلقوں میں بیٹھنا ناگزیر ہو تو اس صورت میں ایسا کرنا جائز ہو گا۔

بیٹھنے کی کیفیت

سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا صَلَّى الْفَجْرَ تَرَبَّعَ فِي مَجْلِسِهِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ حَسْنَاءَ.

(صحيح مسلم، كتاب المساجد، باب فضل الجلوس في مصلاه بعد الصبح، وفضل المساجد: 670-سنن أبوداؤد، كتاب الأدب، باب في الرجل يجلس متربعاً: 4850-سنن ترمذى، أبواب الصلاة، باب ذكر ما يستحب من الجلوس في المسجد بعد صلاة الصبح حتى تطلع الشمس:585)

"نبی ﷺ جب فجر کی نماز پڑھ لیتے تھے تو سورج خوب طلوع ہو جانے تک اپنی جگہ پر ہی چار زانو ہو کر بیٹھے رہا کرتے تھے۔"

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ

رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ مُحْتَبِيًا بِفِنَاءِ الْكَعْبَةِ يَقُولُ بِيَدِهِ هَكَذَا.

(صحيح بخارى، كتاب الإستئذان، باب الاحتباء باليد، وهو القرفصاء:6272)

"میں نے رسول اللہ ﷺ کو کعبے کے صحن میں دونوں رانیں پیٹ سے لگائے، دونوں ہاتھوں سے پنڈلی پکڑے سُرین پر بیٹھے دیکھا۔"

سیدہ قیلہ بنت مخرمہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ

أَنَّهَا رَأَتْ رَسُولَ اللهِ ﷺ وَهُوَ قَاعِدٌ الْقُرْفُصَاءَ، فَلَمَّا رَأَيْتُهُ الْمُتَخَشِّعَ فِي الْجِلْسَةِ ارْعَوَيْتُ مِنَ الْفَرَقِ.

(سنن أبوداؤد، كتاب الأدب، باب في جلوس الرجل:4847)

"انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ دونوں رانوں کو پیٹ سے ملا کر اور دونوں ہاتھوں سے پنڈلیوں پر حلقہ بنا کر سرین کے بل بیٹھے ہوئے تھے، جب میں نے آپ ﷺ کو بیٹھنے کی خشوع والی اس حالت میں دیکھا تو میں خوف کے مارے لرز گئی۔"

یعنی جب انہوں نے دیکھا کہ دو عالم کے تاجدار اور تمام انبیاء کے سردار ہوتے ہوئے بھی اتنی عاجزی اور خشوع کے ساتھ بیٹھے ہیں تو فرماتی ہیں کہ میں اس قدر ورطۂ حیرت میں ڈوب گئی اور آپ ﷺ کے اس انداز میں بھی ایسی جلالت اور ہیبت نظر آئی کہ میں خوف کے مارے لرز اٹھی۔

بیٹھنے کی ناپسندیدہ کیفیت

سیدنا شرید بن سوید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ وَأَنَا جَالِسٌ هَكَذَا، وَقَدْ وَضَعْتُ يَدِيَ الْيُسْرَى خَلْفَ ظَهْرِي وَاتَّكَأْتُ عَلَى أَلْيَةِ يَدِي، فَقَالَ: «أَتَقْعُدُ قِعْدَةَ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ؟»

(سنن أبوداؤد، كتاب الأدب، باب في الجلسة المكروهة: 4848)

"نبی ﷺ (میرے پاس سے) گزرے اور میں اپنے بائیں ہاتھ کو اپنی پُشت کے پیچھے کر کے اپنے ہاتھ کے انگوٹھے کی جڑ اور اس کے نچلے حصے پر ٹیک لگا کر

بیٹھا ہوا تھا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم ان لوگوں کی طرح بیٹھے ہوئے ہو جن پر غضب کیا گیا ہے؟'' ہمارے معاشرے میں لوگ اس انداز میں عموماً بیٹھتے ہیں، یعنی ہاتھ کو کمر کے پیچھے زمین پر رکھ کر اس پہ ٹیک لگا کر بیٹھنا، جبکہ مذکورہ حدیث میں اس انداز کو غضبِ الٰہی کا نشانہ بننے والے لوگوں کا انداز کہا گیا ہے، لہٰذا اس سے احتراز کرنا چاہیے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ فِي الْفَيْءِ فَقَلَصَ عَنْهُ الظِّلُّ فَصَارَ بَعْضُهُ فِي الشَّمْسِ وَبَعْضُهُ فِي الظِّلِّ فَلْيَقُمْ»(سنن أبوداؤد، كتاب الأدب، باب في الجلوس بين الظل والشمس:4821-سلسلة الأحاديث الصحيحة: 737)

''جب تم میں سے کوئی شخص سائے میں بیٹھا ہو، پھر اس سے سایہ ہٹ جائے اور وہ کچھ حصہ دھوپ میں ہو جائے اور کچھ سائے میں تو اسے (وہاں سے) کھڑے ہو جانا چاہیے۔''

ابو حازم روایت کرتے ہیں کہ

أَنَّهُ جَاءَ وَالنَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ فَقَامَ فِي الشَّمْسِ فَأَمَرَ بِهِ فَحُوِّلَ إِلَى الظِّلِّ.

(سنن أبوداؤد، كتاب الأدب، باب في الجلوس بين الظل والشمس:4822)

''وہ (مسجد میں آئے) آئے اور نبی ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے تو وہ دھوپ میں کھڑے ہو گئے، تو آپ ﷺ نے انہیں حکم فرمایا تو وہ سائے میں آ گئے۔''

آدھا دھوپ میں اور آدھا سائے میں بیٹھنا یا کھڑے ہونا طبی طور پر انسانی صحت کے لیے ضرر رساں ہے، اسی لیے اس سے منع فرمایا گیا۔

ذکرِ الٰہی سے خالی مجلس کا گناہ

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَا مِنْ قَوْمٍ يَقُومُونَ مِنْ مَجْلِسٍ لَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ فِيهِ إِلَّا قَامُوا عَنْ مِثْلِ جِيفَةِ حِمَارٍ، وَكَانَ لَهُمْ حَسْرَةً»(سنن أبوداؤد، كتاب الأدب: 4855- سلسلة الصحيحة:77)

''جو بھی لوگ کسی ایسی مجلس سے اُٹھتے ہیں جس میں وہ اللہ کا ذکر نہ کرتے ہوں تو وہ کسی مردار گدھے پر سے اُٹھنے کے مثل ہیں، اور وہ مجلس (روزِ قیامت) ان کے لیے حسرت بن جائے گی۔''

یعنی روزِ قیامت وہ مجلس ان کے لیے اس طرح وبال بن جائے گی کہ وہ یہ حسرت اور تمنا کریں گے کہ کاش ہم نے اس مجلس میں اللہ کا ذکر کیا ہوتا۔

کفارۂ مجلس کی دعا

سیدنا ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا جَلَسَ فِي الْمَجْلِسِ فَأَرَادَ أَنْ يَقُومَ قَالَ:

«سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ».

قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّكَ تَقُولُ كَلَامًا مَا كُنْتَ تَقُولُهُ فِيمَا خَلَا، قَالَ: «هٰذَا كَفَّارَةُ مَا يَكُونُ فِي الْمَجْلِسِ.»(سنن أبوداؤد، كتاب الأدب، باب في كفارة المجلس:4859)

''رسول اللہ ﷺ جب کسی مجلس میں تشریف فرما ہوتے اور پھر اُٹھنے کا ارادہ فرماتے تو یہ دعا پڑھتے:

«سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ»

''اے اللہ! تو اپنی تعریف کے ساتھ بہت پاک ہے، میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے، میں تیری بخشش کا طلبگار ہوں اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ یہ جو کلمات کہتے ہیں انہیں آپ ﷺ تنہائی میں نہیں پڑھتے (اس کی کیا وجہ ہے؟(تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ (دعا) مجلس میں ہونے والی باتوں کا کفارہ ہے۔''

یعنی مجلس میں بیٹھنے کے دوران سبقتِ لسانی سے جو باتیں ہو جاتی ہیں مجلس ختم کرنے کے بعد یہ دعا پڑھنے سے ان خطاؤں کا کفارہ ادا ہو جاتا ہے۔

فطرانہ کس کو دیا جائے؟

فَرَضَ رسولُ اللهِ ﷺ زكاةَ الفِطرِ؛ طُهرةً للصَّائمِ مِنَ اللَّغوِ والرَّفَثِ، وطُعمةً للمَساكينِ. (سنن ابوداود:1609؛ صحیح الجامع:3570)

''اللہ کے رسول ﷺ نے زکاۃ الفطر کو مشروع قرار دیا ہے، تاکہ روزہ دار کی کمی کوتاہی کا ازالہ ہو جائے، اور مساکین کے لیے کھانے پینے کا بندوبست ہو جائے۔''

اس حدیث میں صراحت کے ساتھ فطرانہ کا مصرف بھی بیان کر دیا گیا ہے، اور وہ ہیں فقراء و مساکین، لہٰذا صدقۃ الفطر انہیں ہی دینا ضروری ہے۔ اس کے علاوہ دیگر مصارفِ زکاۃ میں اسے استعمال کرنا جائز نہیں۔

لہٰذا بہتر یہ ہے کہ فطرانہ براہ راست مساکین کو دیا جائے، لیکن اگر اس سلسلے میں مشکل ہو، تو پھر جو ادارے اس سلسلے میں کام کر رہے ہیں، ان کے توسط سے بھی صدقۃ الفطر ادا کیا جا سکتا ہے۔

☆☆☆

الحاد کو صرف انکارِ خدا تک محدود رکھنا بھی لاعلمی کی نشانی اور اس کا ناقص تصور ہے۔

مبادی اسلام اور ضروریات دین میں سے کسی شے کا انکار یا اس میں تشکیک بھی الحاد ہی ہے۔

اور ایسے مفکرین جن کی کتب اور لٹریچر میں انکار حدیث، توہین صحابہ، صفات باری تعالیٰ میں تحریف اور نصوص شریعت کی خود ساختہ تعبیر و تشریح پائی جاتی ہو۔

ان کے لٹریچر بالخصوص فہم قرآن کے لیے ان کی تفسیر کا ڈھنڈورا پیٹنا اور عوام کو پڑھنے کی ترغیب دینا انہیں الحادی جراثیم سے آلودہ کرنے کی مذموم کوشش اور ان کے عقیدہ و عمل کو خطرے سے دوچار کرنے کی دعوت ہے۔

یہ 24 دسمبر یعنی کرسمس سے ایک دن قبل کی صبح تھی جب ہم نے سان ڈیگو کو الوداع کیا۔ ہماری اگلی منزل واشنگٹن تھی، جہاں عزیزم مجاہد سلمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اگلا پڑاؤ طے تھا، یہ کوئی ساڑھے چار گھنٹے کی فلائٹ تھی یعنی امریکہ کے مغربی کنارے سے مشرقی کنارے تک، جیسے اسلام آباد سے جدہ تک کی پرواز۔

میرے دستی بیگ میں نیلسن منڈیلا کی آپ بیتی پر مشتمل کتاب تھی، جس کا مطالعہ کئی دنوں سے جاری تھا اور اب اس پرواز میں بقول متنبّی

أعَزُّ مَكانٍ في الدُّنَى سَرْجُ سابِحٍ
وَخَيرُ جَليسٍ في الزّمانِ كِتابُ

”دنیا میں عزیز ترین جگہ ایک تیز رفتار گھوڑے کی کاٹھی ہے اور زمانے میں بہترین ہمنشین کتاب ہے۔“

یہاں دونوں چیزیں میسر تھیں، کہاں گھوڑے کی کاٹھی اور کہاں 30 ہزار فٹ کی بلندی پر ہوائی گھوڑے کی سواری، اور پھر کتاب کا کیا کہنا کہ جو ایک طالب حریت کی جہد مسلسل کی داستان ہے جو 624 صفحات میں سمو دی گئی تھی، حاصل مطالعہ کے عنوان سے ان مشاہدات کے اختتام پر چند سطور قلمبند کرنے کا عزم رکھتا ہوں۔

ہم ساڑھے پانچ بجے شام واشنگٹن کے ڈلس ایئرپورٹ پر تھے لیکن یہاں کا مقامی وقت تین گھنٹے آگے جا چکا تھا یعنی ساڑھے آٹھ بج رہے تھے۔ اتنے وقت کا فرق تو اگر لندن سے پرواز کریں تو جدہ تک پہنچنے میں ہو جاتا ہے۔ یہاں ایک ہی ملک میں تین ٹائم زون کا فاصلہ طے ہو چکا تھا۔

مجاہد، آمنہ اور چاروں بچے ہمارے استقبال کے لئے چشم براہ تھے۔ کچھ دیر انتظار کیا تو میرے نواسے شیبان (بڑی بیٹی خولہ کے صاحبزادے) ہمارا ساتھ دینے کے لئے لندن سے براہ لزبن (پرتگال) پہنچ رہے تھے۔ ایئرپورٹ سے کوئی ایک گھنٹہ کی مسافت پر ہم ریاست ورجینیا کی ایک کاؤنٹی اسٹرلنگ میں وارد ہوئے جہاں ایک وسیع شاہراہ کی بغل میں بصورت ہلال سہ منزلہ مکانات کی ایک آبادی میں مجاہد نے اپنا آشیانہ آباد کر رکھا ہے۔

واشنگٹن کو ورجینیا ہی کا حصہ ہونا چاہیے لیکن فیڈرل کیپیٹیل ہونے کی وجہ سے اس کی علیحدہ شناخت رکھی گئی ہے لیکن ہمارے لئے یہ ایسا ہی تھا گویا ہم واشنگٹن کے مضافات میں ایک گھنٹہ کی مسافت پر مقیم ہیں اور یوں ہم اپنے دس روزہ قیام میں کوئی چار مرتبہ تو واشنگٹن یاترا سے فیضیاب ہوتے رہے۔

ہماری دلچسپی امریکہ کے دارالحکومت کے سنٹرل علاقے سے وابستہ تھی جہاں وائٹ ہاؤس کانگریس، نیشنل لائبریری، یادگار ابراہام لنکن اور وہ متعدد تحائف گھر (میوزیم) تھے کہ جن کی زیارت اور جن کے وسیع و عریض ہالز میں چہل قدمی امریکہ کی تاریخ، ثقافت اور تمدن پر پڑے دبیز پردے چاک کرنے کے لئے ہماری منتظر تھی۔

لیکن پہلے ہم ان تین مساجد کا تذکرہ کرتے چلیں جہاں دوران اقامت ہمیں سجدہ ریز ہونے کی سعادت حاصل ہوتی رہی۔

☆ آدم (ADAMS) اسلامک سنٹر

یہ اس تنظیم کا نام ہے جس کی انتظامیہ متعدد امریکی علاقوں میں اپنے مراکز قائم کر چکی ہے اور انہیں خوش اسلوبی سے چلا رہی ہے۔

مجاہد سلمہ کی رہائش سے یہ قریب ترین مسجد ہے جو کوئی آٹھ دس منٹ کی ڈرائیو پر واقع ہے، امریکہ میں اسلامی مراکز کا ایک خوبصورت ماڈل!!

ایک وسیع قطعہ زمین میں مرکز کی عمارت اپنی تین منزلوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے، دورِ اَرضی (گراؤنڈ فلور) میں مسجد کا مرکزی ہال، اس سے ملحقہ جسمانی ورزش کی JIM) کیفے ٹیریا واقع ہیں۔ نچلی اور بالائی منزل میں ایک پرائمری اسکول کی درسگاہیں جلوہ گر ہیں جہاں سرکاری سلیبس کے ساتھ حفظ قرآن اور دینیات کی تعلیم کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

بلڈنگ کے چہار اطراف گاڑیوں کی پارکنگ کا وافر انتظام ہے۔

مجاہد نے مرکز کے سربراہ شیخ ماجد (سوڈانی) سے میرا تعارف کروایا جنہوں نے مجھے اگلے جمعے کی خطات اور امامت کی دعوت دی۔

مسجد کے مرکزی ہال کے عقب میں مسجد سان ڈی ایگو کی مانند ایک میٹر بلند خشبی فصیل تھی کہ جس کے پیچھے خواتین کے لئے نماز کی ادائیگی کی سہولت مہیا کی گئی تھی۔

معلوم ہوا کہ جمعہ کی نماز کے تین اوقات رکھے گئے ہیں تاکہ قرب وجوار کے تمام مسلمان جمعہ کی ادائیگی کی سعادت حاصل کر سکیں۔ میں نے جماعت نمبر 2، کا انتخاب کیا۔ یہاں بھی مسجد توحید (لندن) کی مانند اذان کے بعد پہلا خطبہ دیا جاتا ہے، جس میں حمد و ثنا کے بعد مقامی زبان یعنی انگریزی میں خطاب کیا جاتا ہے اور دوسرے خطبے میں درود (الصلاۃ علی النبی) کے

بعد دعاؤں کا التزام کیا جاتا ہے۔

اور پھر نماز جمعہ ادا کی جاتی ہے، لیکن بعض مساجد میں مسلک احناف کے مطابق دونوں خطبوں میں غیر عربی کی مطلق گنجائش نہیں ہے، اس لئے پہلے مقامی زبان میں بیان کے عنوان سے ایک خطاب کا اضافہ کیا جاتا ہے اور پھر بعد از اذان دو مختصر خطبے عربی زبان میں دیے جاتے ہیں۔

یہ دونوں آراء اجتہاد پر مبنی ہیں۔ فقہاء احناف نے خطبے کی ظاہری ہیئت کو برقرار رکھا ہے لیکن وعظ و نصیحت کے لئے ایک تیسرے خطاب کا اضافہ کیا ہے جسے 'بیان' کا نام دیا گیا ہے، دیگر فقہاء نے خطبے کے مقصود اور مآل کو پیش نظر رکھتے ہوئے مقامی زبان میں خطبے کی گنجائش رکھی ہے۔

شیخ ابن باز بھی اس بات کے قائل ہیں کہ خطبے کے تین بنیادی عناصر (حمد و ثناء، تقویٰ سے متعلق چند آیات کی تلاوت اور صلاۃ علی النبی) کو عربی ہی میں ادا کیا جائے، لیکن عوام سے اسی زبان میں خطاب کیا جائے جو وہ سمجھتے ہوں۔

اہل حدیث، اکثر بلادِ غرب اور تُرکی کی مساجد میں اسی رائے پر عمل کیا جاتا ہے، عقلی اور منطقی تقاضا بھی یہی ہے کہ جمعہ کا خطاب وعظ و نصیحت کے لئے بہترین موقع مہیا کرتا ہے۔ لوگ جمعہ کے تعلق سے بڑے ذوق و شوق سے کھنچے چلے آتے ہیں اور ان کا یہ حق ہے کہ وہ خطیب کی بات کو سمجھ سکیں اور اس حال میں واپس جائیں کہ انہیں ایمان کی تازگی، فہم قرآن و سنت کی لطافت اور دلی تاثرات کی حرارت نصیب ہو۔

اور یہ مقامی حالات کے بھی مطابق ہے کہ جمعہ کا دن بلادِ غرب میں تعطیل کا دن نہیں ہے۔ لوگ اپنے دفاتر سے لنچ کے وقفہ میں نماز کے لئے وقت نکالتے ہیں اور وہ بمشکل مسجد میں آدھا پونا گھنٹہ گزار سکتے ہیں، وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ اصل مطلوب دونوں خطبوں اور نماز کی حاضری ہے نہ کہ ابتدائی بیان کی۔ اور اس لیے وہ اگر تاخیر سے بھی آئیں اور مسنون خطبے میں شامل ہو سکیں تو ان کی نماز ہو جاتی ہے اور یوں وہ وعظ و نصیحت سے محروم ہو جاتے ہیں۔

میرا خطبہ اس حدیث نبوی کے بارے میں تھا کہ جس میں بتایا گیا ہے کہ ابن آدم کو بروز قیامت، میدان محشر سے اس وقت تک نہ اٹھایا جائے گا جب تک کہ وہ ان پانچ باتوں کا جواب نہ دے لے، زندگی کیسے گزاری، جوانی کہاں بیتی، مال کیسے کمایا اور پھر کہاں خرچ کیا اور جو علم حاصل ہوا تھا اس پر کہاں تک عمل کیا۔

شیخ ماجد کی خواہش پر عشاء کی نماز میں دوبارہ حاضری رہی اور نماز کے بعد 10، 15 منٹ کے لئے عمومی خطاب کی دعوت دی گئی تھی۔ عربی میں ایسے خطاب کو 'خاطرۃ' (دلی خیالات) کا نام دیا جاتا ہے۔ چونکہ یہ دسمبر 2023ء کا آخری جمعہ تھا اس لئے میں نے مناسب جانا کہ سال نو کے نام پر منائی جانے والی مسرفانہ تقریبات کے بارے میں اسلامی نقطہ نظر کو واضح کرتا جاؤں اور اس ضمن میں مسلمانوں کے سال نو یعنی ہجری تقویم بمقابلہ شمسی تقویم پر گفتگو رہی جو سامعین کے لئے کافی دلچسپی کا باعث رہی۔

☆اہل ترکیہ کی مسجد اور اسلامی مرکز

ورجینیا سے متصل میری لینڈ کی ریاست ہے۔ نصف گھنٹے کی مسافت (تقریباً چالیس میل) طے کرنے کے بعد ہم اس خوبصورت مسجد میں پہنچے جسے ترکیہ کی 'دیانت' یعنی وزارت اسلامی امور نے تعمیر کروایا ہے۔ مجاہد کی خواہر نسبتی سیدہ اسماء کی رہائش اسی ریاست میں ہے، اور وہ خود بھی (CARE) یعنی تنظیم برائے خیر خواہی مسلمانان میں کام کرتی ہیں اور یہاں وہ ہماری رہنمائی کے لئے موجود تھیں۔

استنبول کی مساجد کی طرز پر یہ مسجد تعمیر کی گئی ہے۔ گو مختصر ہے لیکن خوبصورت اور جاذب نظر ہے۔ اندرونی دیواروں کا بالائی حصہ قرآنی آیات کی خطاطی سے مزین تھا۔ خط نسخ تو بخوبی بڑھا جاتا ہے لیکن بعض آیات خطوط در خطوط (خط ثلث متراکب) میں لکھے جانے کے باعث قاری کے لئے ایک معمہ بن جاتی ہیں جس کا حل صرف یہ ہوتا ہے کہ ان آیات کا سرا ہاتھ آجائے تو پھر قراءت آسان ہو جاتی ہے۔

مجھے کتابوں کی شیلف میں علامہ عبداللہ یوسف علی کا ترجمہ معانی و مطالب قرآن نظر آیا۔ اس نسخے کو دیکھ کر خاص طور پر مسرت ہوئی کہ یہ وہ نسخہ تھا جو ملک فہد کمپلیکس (مدینہ منورہ) سے 80 کی دہائی میں شائع ہوا تھا اور جس کے حواشی پر میں نے ڈاکٹر سید متولی الدرش (امام و خطیب مرکزی مسجد لندن) کے ساتھ دار الافتاء، ریاض کے ہیڈ کوارٹر میں 80 کی دہائی میں، دو ڈھائی ماہ کی مراجعت اور نظر ثانی کے عمل سے گزارا تھا۔

یہ نسخہ عالم اسلام میں کثرت سے تقسیم ہوتا رہا، لیکن اب یہ ناپید ہو چکا ہے، اس لئے اس کا ہاتھ لگنا میرے لیے ایک نعمت غیر مترقبہ کا باعث بنا، اس مسجد کے اردگرد ایک وسیع قطعہ زمین ہے، مسجد کے عقبی حصے میں وہ دالان ہے، جس کے وسط میں قدیم مساجد کی طرح ایک فوارہ بنایا گیا ہے، جو وضو کے لئے قابل استعمال ہے۔ ایک کونے سے ایک زینہ نچلی منزل کی طرف لے جاتا ہے جہاں باقاعدہ حمامات اور وضو کا انتظام ہے اور ایک ہال میں وہ بڑی سی دکان بھی ہے، جہاں کتب اور یادگاری تحائف زائرین کی دلچسپی کا باعث رہتی ہیں۔

مسجد کے بائیں طرف چند دو منزلہ عمارات ہیں جس میں ایک تعلیمی درسگاہ ہے۔ دوسری ان زائرین کی اقامت گاہ کے لئے ہے جو عارضی رہائش کے لئے کرائے پر دستیاب ہے، تیسری عمارت میں لیکچر ہال ہے جس کی بالائی منزل میں واقع لائبریری شائقین علم کی توجہ چاہتی ہے۔ اکثر کتب ترکی زبان میں ہیں لیکن عربی کتب میں ابن القیم کی کتاب الروح اور

سعودیہ کی مطبوعہ متعدد کتب دیکھ کر خوشی ہوئی۔
ایک سرسری نظر ڈالنے کے بعد ہم ریسٹورانٹ کی طرف روانہ ہوئے جہاں ترکی مشروبات سے لطف اندوز ہونے کا موقع ملا۔ ریسٹورانٹ سے متصل ایک گروسری بھی دیکھی کہ جس کی موجودگی کسی دور دراز اسٹور میں جانے کی زحمت سے بچا رکھتی ہے۔ ہم کوئی عصر کے وقت یہاں داخل ہوئے تھے اور پھر مغرب وعشاء کی نماز (قصر اور جمع) کے ساتھ ادا کرنے کے بعد واپس روانہ ہوئے۔

☆واشنگٹن اسلامک سنٹر

کولمبیا ڈسٹرکٹ (DC) میں واقع اسلامک سنٹر اپنی قدامت، خوبصورت طرز تعمیر اور اپنی مرکزیت کی بنا پر امریکی کیپٹل سٹی کے شایان شان
اور قابل زیارت مقامات میں سے ہے۔
یہاں کافی عرصہ قبل واشنگٹن میں اپنی پہلی آمد کے موقع پر ایک دفعہ جمعہ کی نماز ادا کرنے کی سعادت حاصل کر چکا ہوں۔
اب جو آنا ہوا تو وہ بچوں کی معیت میں تھا۔ ہم آئے تو شہر کے مرکز ہی میں تھے لیکن واپسی میں اس مسجد کو دوبارہ دیکھنے کا شوق، گاڑی کا رخ بدلنے پر آمادہ کر گیا۔
لندن کی مرکزی مسجد (ریجنٹ پارک) کی طرح یہ مرکز شہر کے گنجان علاقہ میں واقع ہے، اس فرق کے ساتھ کہ لندن کا مرکز ایک وسیع قطعہ زمین پر محیط ہے، زیر زمین گاڑیوں کی پارکنگ رکھتا ہے اور پبلک ٹرانسپورٹ (بس، انڈر گراونڈ ٹیوب) سے قریب ہونے کی بنا پر لوگوں کے لئے آسانی سے دستیاب ہے
واشنگٹن مسجد کی عمارت اسلامی طرز تعمیر کا ایک شاہکار ہے، پارکنگ دستیاب نہ ہونے کی بنا پر ہم اتنی سی دیر کے لئے گاڑی سے باہر نکلے کہ ظہر وعصر کی دو دو رکعت (قصر اور جمع) کے ساتھ ادا کر سکیں۔
اب ذرا اس مرکز کی مختصری تاریخ بھی ملاحظہ ہو۔
مرکز کی جگہ 1946ء میں مسلم ممالک کے سفراء اور خاص طور پر مصر کے سفیر کامل عبد الرحیم کی مساعی سے خرید لی گئی تھی اور پھر سعودیہ، کویت اور دیگر مسلم ممالک کے تعاون سے تعمیر کا آغاز ہوا، جس میں مصر کے دور ممالیک (یا خاندان غلاماں) کے طرز تعمیر کا لحاظ رکھا گیا تھا۔ عمارت 1954ء میں پایہ تکمیل تک پہنچ چکی تھی۔ 28 جون 1957ء کو بعد صدر آئزن ہاور اس کا باقاعدہ افتتاح کر دیا گیا۔ مسجد کے حسن کو چار چاند لگانے کے لئے مصر سے شانڈلیر اور دیواروں کی خطاطی کا اہتمام کیا گیا۔ محراب کی ٹائلیں ترکی نے مہیا کیں اور فرش ایرانی قالینوں سے ڈھانپ دیا گیا۔
مسجد کے باہر اسلامی ممالک کے جھنڈے اس مرکز کی عالمیت کا پیغام دے رہے ہیں۔
11/9 کے واقعہ کے بعد 2001ء میں صدر بُش نے 17 ستمبر کو مرکز میں آنے کی سعادت حاصل کی اور اپنے خطاب میں قرآن کی چند آیات کے حوالے سے مسلمانوں کے امن پسند ہونے کی گواہی دی۔

مکتبہ بیت الحکمہ

کسی بین الاقوامی جگہ آنا ہو اور پھر ایک بک شاپ کی زیارت نہ ہو؟
میرا اندازہ تھا کہ واشنگٹن جیسے عالمی شہر میں کوئی نہ کوئی عربی کتب کی دکان ضرور ہوگی۔ مجاہد نے گوگل کی مدد سے مکتبہ بیت الحکمہ کو تلاش کر ہی لیا۔
مسجد کی زیارت سے قبل ہم نے اس مکتبے میں حاضری دی۔ مالک مکتبہ ایک عراقی تعلیم یافتہ شخص تھے۔ انہوں نے بتایا کہ وہ اصلاً طائف سے ہیں اور ان کا جدی پشتی تعلق سیدہ حلیمہ سعدیہ کے قبیلہ بنی سعد سے ہے۔ یہ ایک اچھی بڑی دکان تھی، جس کی الماریاں کتابوں سے مالا مال تھیں۔ درمیان میں ایک لمبی چوڑی میز بھی بہت کتابوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے تھی۔
میں صرف کسی اچھوتی کتاب کی تلاش میں تھا کہ جو زیارت واشنگٹن کی یاد دلاتی رہے، تلاش بسیار کے بعد تین کتب ہاتھ آئیں۔
عبد اللہ دراز کی دراسات اسلامیہ، صلاح الصاوی کی فقہ النوازل اور محمد کمال الدین امام کی اصول الفقہ الاسلامی
اہلیہ نے جبران (عمر دس سال) کے لئے قرآن بمع تجوید کا ایک نسخہ خریدا جو علیحدہ علیحدہ 30 پاروں پر مشتمل تھا۔ امید ہے کہ جبران بھی اپنے باپ (مجاہد) کی طرح حفظ قرآن کی سعادت حاصل کر سکے گا۔
شیبان جو کہ یونیورسٹی کی تعلیم مکمل کر چکا ہے اور ایک عرصہ سے بطریق زووم میری ہفتہ وار تعلیم لغت عربیہ کی کلاس میں شریک ہو رہا ہے اور ابھی 'النحو الواضح' جزء ثانی کے مرحلہ میں ہے، اس نے ایک انگریزی کتاب کا انتخاب کیا جو قرانی اصطلاحات کے انڈکس کا عنوان رکھتی تھی۔
مجھے ایک عراقی عالم لغت قرآن ڈاکٹر فاضل صالح سامرائی کی کتب کا ہمیشہ اشتیاق رہتا ہے۔ دکان سے نکلتے نکلتے مالک دوکان سے اس بات کا ذکر کیا تو اس نے بتایا کہ ان کی متعدد کتابیں اسٹاک میں موجود ہیں لیکن تلاش کی محتاج ہیں۔
چند ماہ قبل صاحبزادی خولہ (ام شیبان) نے مجھے ان کی ایک کتاب 'التعبیر القرآنی' کا ایک نسخہ ہدیہ کیا تھا۔ معلوم ہوا کہ یہ نسخہ اسی مکتبہ سے بطریق 'امیزون' خریدا گیا تھا اور پھر بذریعہ ڈاک موصول ہوا تھا۔
اور ان سطور کی تحریر سے چند دن قبل میرے ایک شاگرد محمد خان میرے لئے ان کی چار کتابیں لے کر آئے جو انہوں اپنے ایک دوست کے توسط سے کویت کے ایک مکتبہ سے حاصل کی تھیں۔
عربی دان قارئین یوٹیوب پر ان کا ایک پروگرام بعنوان 'لمسات بیانیہ' تلاش کر سکتے ہیں ہیں جو ایک زمانہ ہوا۔ شارقہ ٹی وی سے نشر ہوتا رہا ہے اور جس نے عالم عرب میں بہت مقبولیت بھی حاصل کی تھی۔
(جاری ہے۔)

☆☆☆

اولاد کی تربیت کیسے کی جائے

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر ماہر بن حمد معیقلی

الحمد للہ! ہر طرح کی تعریف اللہ تعالی کے لیے ہی ہے۔ وہ اپنی عظمت، بادشاہت اور کبرائی میں بہت بلند ہے، اپنی بلندی، عزت اور رفعت میں انتہائی پاکیزہ ہے۔ اس نے ہمیں اپنی کرم، سخاوت اور نعمتوں سے نوازا ہے۔ میں اللہ پاک کی حمد وثنا بیان کرتا ہوں اور اسی کا شکر ادا کرتا ہوں، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ وہ واحد ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی نے مال واولاد کو زندگی کی رونق اور موت کے بعد جاری رہنے والا نیک عمل بنایا ہے۔ میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں، رسولوں میں افضل ترین ہیں، خاتم الانبیاء ہیں، اللہ کے چنیدہ ہیں۔ اللہ کی رحمتیں، برکتیں اور سلامتی ہو آپ ﷺ پر، آپ ﷺ کی آل پر، ازواجِ مطہرات پر، صحابہ کرام پر، تابعین پر اور قیامت تک ان کے نقش قدم پر چلنے والوں پر۔

بعد ازاں! اے مؤمنو! ہر حال میں اللہ سے ڈرتے رہو، اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرو۔ اللہ کے اس فرمان کو یاد رکھو کہ

﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ﴾

"اللہ تمہاری اولاد کے بارے میں تمہیں ہدایت فرماتا ہے۔"(سورۃ النساء:11)

تو اپنی اولاد کے بارے میں اللہ کی نصیحت قبول کرو، تاکہ وہ آپ کے فرمان بردار اور مہربان بنیں۔ اللہ تعالیٰ کی نصیحت پر عمل کرو۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا﴾

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو آگ سے بچاؤ۔"(سورۃ التحریم:6)

اے امت اسلام! دنیا میں انسان کی زندگی کا وقت طے شدہ ہے، موت کا وقت مقرر کردہ ہے، عمر مختصر ہے اور آخرت کی طرف منتقل ہونے کا وقت قریب ہے۔ کچھ لوگ تو ایسے ہیں، جن کے فوت ہونے پر ان کے اعمال ختم ہو جاتے ہیں، ان کے صحیفے بند کر دیئے جاتے ہیں، جبکہ کچھ دوسرے ایسے ہیں کہ جن کا اثر دنیا میں رہ جاتا ہے اور ان کا عمل جاری رہتا ہے، یوں ان کے اعمال کی بدولت ان کے نامۂ اعمال بھاری ہوتے چلے جاتے ہیں، اور موت کے بعد بھی ان کی نیکیوں کا اثر دنیا میں باقی رہتا ہے۔

﴿إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي الْمَوْتَىٰ وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُبِينٍ﴾(سورۃ یٰس:12)

"بیشک ہم ہی مردوں کو زندہ کرتے ہیں اور ان کے گزشتہ اعمال اور ان کے آثار کو لکھتے جاتے ہیں اور ہم نے ہر شے کو ایک روشن امام میں جمع کر دیا ہے۔"

جن چیزوں کا اجر موت کے ساتھ ختم نہیں ہوتا، ان میں پہلی چیز نیک اولاد ہے۔ نیک اولاد وہ بہترین سرمایا ہے جو انسان دنیا وآخرت کے لیے تیار کرتا ہے۔ انسان کی اولاد اس کی کمائی کا حصہ ہیں، اور ان کے نیک اعمال بھی انسان کے اپنے اعمال میں شامل ہیں۔

صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ: إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ.»

"جب انسان فوت ہوتا ہے تو اس کا سارا عمل رک جاتا ہے، سوائے تین چیزوں کے، ایک صدقۂ جاریہ، دوسرا مفید علم، تیسرا نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی رہے۔"

نیک اولاد زندگی میں انسان کی زینت اور سرور کا باعث ہوتی ہے، یہی زندگی کی رونق اور خوشی ہے، جو اس سے محبت کرتی ہے اور جس سے وہ محبت کرتا ہے، جو اس سے مانوس ہوتی ہے اور جس سے وہ مانوس ہوتا ہے، جسے وہ حکم دیتا ہے تو وہ فرمان برداری کرتی ہے، جب اس کی عمر بڑھتی ہے، ہڈیاں کمزور ہو جاتی ہیں، تو وہ اس پر رحم کرتی ہے، دین ودنیا کے معاملے میں وہ اس کا ہاتھ بٹاتی ہے۔ ایسی اولاد زندگی میں بھی مفید ہوتی ہے اور موت کے بعد بھی اس کا فائدہ جاری رہتا ہے۔ مسند امام احمد کی روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ اللهَ -عَزَّوَجَلَّ- لَيَرْفَعُ الدَّرَجَةَ لِلْعَبْدِ الصَّالِحِ فِي الْجَنَّةِ، فَيَقُولُ: يَا رَبِّ، أَنَّى لِي هَذِهِ؟ فَيَقُولُ: بِاسْتِغْفَارِ وَلَدِكَ لَكَ.»

"اللہ تعالیٰ جنت میں کسی نیک بندے کا درجہ بلند کرتا ہے تو وہ کہتا ہے: اے پروردگار! میرا یہ درجہ کیسے بڑھا؟ وہ کہتا ہے: تیری اولاد نے تیرے لیے استغفار کیا ہے۔"

مؤمنو! نیک اولاد کی کے لیے تگ ودو تب ہی سے شروع ہو جاتی ہے جب انسان اپنے لیے نیک بیوی تلاش کرتا ہے۔ کیونکہ نکاح کے لیے عورتوں کو چار چیزوں کی بنیاد پر چنا جاتا ہے، مال کی بنیاد پر، خاندان کی بنیاد پر، خوبصورتی کی بنیاد پر اور دین کی بنیاد پر۔ تو تیرا بھلا ہو، دین دار کو پالو۔

اولاد کو نیک بنانے کے اولین ذریعہ ان کے دلوں میں توحید، اللہ کی محبت، اس کے خوف اور اس سے امید کا بیج بونا ہے۔ اسی طرح انہیں پانچوں نمازیں سکھانا نفس کی اصلاح کا بہترین ذریعہ ہے، کیونکہ نماز دین کا ستون ہے، رب العالمین کی خوشنودی کا ذریعہ ہے۔ اس لیے والدین کو چاہیے کہ اسے خصوصی توجہ دیں، اولاد کو اس کی ترغیب تب سے دلانا شروع کریں جب وہ سات سال کے ہو جائیں۔ اس کی ادائیگی کے بارے میں سوال کریں، اس کے احکام انہیں سکھائیں، تاکہ ان کے دل نماز کے ساتھ لگ جائیں اور ان کے نفس اس کے عادی ہو جائیں، اور عمر بھر کے لیے اس کے پابند بن جائیں۔

اللہ کے بندو! نیک اولاد کی تگ و دو والدین کی نیکی سے ہوتی ہے، کیونکہ اللہ کے حکم سے والدین کی نیکی اولاد کی نیکی کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ اللہ پاک کا فرمان ہے:

﴿وَأَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلَامَيْنِ يَتِيمَيْنِ فِي الْمَدِينَةِ وَكَانَ تَحْتَهُ كَنْزٌ لَهُمَا وَكَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا فَأَرَادَ رَبُّكَ أَنْ يَبْلُغَا أَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا رَحْمَةً مِنْ رَبِّكَ﴾

"اور اس دیوار کا معاملہ یہ ہے کہ یہ دو یتیم لڑکوں کی ہے جو اس شہر میں رہتے ہیں اس دیوار کے نیچے اِن بچّوں کے لیے ایک خزانہ مدفون ہے اور ان کا باپ ایک نیک آدمی تھا اس لیے تمہارے رب نے چاہا کہ یہ دونوں بچّے بالغ ہوں اور اپنا خزانہ نکال لیں یہ تمہارے رب کی رحمت کی بنا پر کیا گیا ہے۔" (سورۃ الکہف:82)

ابن عباس بیان کرتے ہیں:

«حَفِظَهُما اللهُ بصلاح والدهما»

"ان کے والدین کی نیکی کی وجہ سے اللہ نے ان کی حفاظت فرمائی۔"

اس لیے والدین کو چاہیے کہ وہ اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کے لیے بہترین نمونہ بنیں، خاص طور پر بچپن کی عمر میں، کیونکہ وہی وہ بنیاد ہے کہ جس پر ان کی ساری زندگی کی عمارت قائم ہوتی ہے، اسی میں ان کے رویے تشکیل پاتے ہیں، اسی عمر میں اچھے اقدار اور بہترین اخلاق کا بیج بویا جا سکتا ہے۔ اس حوالے سے سب سے بہترین چیز تو مربی اعظم ﷺ کی پیروی ہے۔ آپ ﷺ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ آپ ہی کی ہدایات بہترین ہدایات ہیں، آپ ہی کا طریقہ بہترین طریقہ ہے۔ آپ ﷺ بچوں سے تعامل کرتے وقت شفقت اور رحمت کو مد نظر رکھتے تھے۔ ان سے محبت کرتے تھے، ان پر مہربان ہوتے تھے، ان سے برتاؤ کرتے وقت نرمی اختیار کرتے تھے، انہیں اپنی محبت کی یقین دہانی کراتے تھے، بلکہ صراحتاً انہیں یہ بتاتے بھی تھے۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے کہ آپ ﷺ فاطمہ کے گھر کے صحن میں تشریف فرما تھے، اس دوران آپ ﷺ نے فرمایا:

«أَثَمَّ لُكَعُ، أَثَمَّ لُكَعُ»

"کیا یہاں بچے ہیں؟ کیا یہاں بچے ہیں"

یعنی: کیا الحسن ہے؟ اتنے میں وہ چلتے ہوئے آ گئے، تو آپ ﷺ نے انہیں گلے لگا لیا اور انہیں بوسہ دیا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

«اَللهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُ، فَأَحِبَّهُ وَأَحْبِبْ مَنْ يُحِبُّهُ»

"اے اللہ! مجھے اس سے محبت ہے، تو بھی اس سے محبت فرما اور جو اس سے محبت کرے، تو اس سے بھی محبت فرما۔"

سنن ابن ماجہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کے ہمراہ کسی جگہ کھانے پر گئے، تو راستے میں الحسین کھیلتے ہوئے نظر آئے، آپ ﷺ نے صحابہ سے آگے نکل کر اپنے ہاتھ پھیلا لیے، سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کبھی دائیں جاتے، کبھی بائیں جاتے، آپ ﷺ بھی اس کے ساتھ ہنستے گئے، پھر آپ نے انہیں اٹھا کر بوسہ دیا۔ اسی طرح اپنی اولاد کو نہ چومنے والے شخص سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«أَوَ أَمْلِكُ لَكَ، أَنْ نَزَعَ اللهُ مِنْ قَلْبِكَ الرَّحْمَةَ.» (صحیح بخاری؛ صحیح مسلم)

"میں کیا کر سکتا ہوں اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے دل سے رحمت کو نکال دیا ہے" (اسے امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے)۔

حتیٰ کہ نماز کے دوران، اللہ کے سامنے حاضری کے وقت، آپ ﷺ بچوں کی کھیل کود کو برداشت کرتے، تاکہ ان کے جذبات کو ٹھیس نہ پہنچے۔ مسند امام احمد کی روایت ہے، رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ نماز کے لیے نکلے، جبکہ حسن اور حسین کو آپ ﷺ نے اٹھا رکھا تھا۔ نماز کے دوران آپ ﷺ نے ایک سجدہ طویل کر دیا۔ جب نماز مکمل ہوئی تو لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اس نماز میں آپ نے جو سجدے کیے ہیں، ان میں ایک کو آپ نے طویل کر دیا تھا، ہمارے دل میں گمان آنے لگا کہ آپ کو کچھ ہو نہ گیا ہو۔ یا شاید آپ پر وحی نازل ہو رہی ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

«كُلُّ ذَلِكَ لَمْ يَكُنْ، وَلَكِنَّ ابْنِي ارْتَحَلَنِي، فَكَرِهْتُ أَنْ أُعَجِّلَهُ حَتَّى يَقْضِيَ حَاجَتَهُ.»

"ایسا کچھ نہیں ہوا تھا۔ بس میرا بیٹا میرے اوپر چڑھ گیا تھا، تو مجھے اچھا نہیں لگا کہ میں اسے جلدی سے اتار دوں اس سے پہلے کہ وہ خود کھیل پوری کر کے اتر جائے۔"

اسی طرح بچوں کے ساتھ ان کی دلچسپی کی چیزوں کے بارے میں بات کرنا، اور انہیں خوش کرنے کی کوشش کرنا بھی نبی کریم ﷺ کی تربیتی تعلیمات کا حصہ ہیں۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ

بیان کرتے ہیں:

”رسول اللہ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ اچھے اخلاق والے تھے، میرا ایک بھائی تھا، جسے لوگ ابو عمیر کہہ کے پکارتے تھے، جب وہ آتا تو رسول اللہ ﷺ اس سے کہتے:

"يَا أَبَا عُمَيْرٍ، مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ"

”اے ابو عُمیر! نغیر نامی چوزے کو کیا ہوا۔“

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

«مَا رَأَيْتُ أَحَدًا كَانَ أَرْحَمَ بِالْعِيَالِ، مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ»

”میں رسول اللہ ﷺ سے زیادہ بچوں پر شفقت کرنے والا کوئی نہیں دیکھا۔“

بچوں پر شفقت کی ایک مثال یہ ہے کہ آپ ﷺ انصاری صحابہ کی زیارت کرتے تھے اور ان کے بچوں کو سلام کرتے تھے۔ ان کے سروں پر ہاتھ پھیرتے تھے، ان کے لیے رزق اور برکت کی دعا کرتے تھے۔

اے مؤمنو! بچوں کا بھلا کرنا، ان کے جذبات کا خیال رکھنا اور ان کے ساتھ تعامل میں سچائی اپنانا، ان میں نیکی پیدا کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی تلقین بھی کیا کرتے تھے۔

سنن ابی داؤد میں ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک دن رسول اللہ ﷺ ہمارے ساتھ بیٹھے تھے کہ میری ماں نے مجھے بلایا، کہنے لگیں: ذرا آنا، میں تمہیں یہ دے دوں۔ آپ ﷺ نے پوچھا:

"وَمَا أَرَدْتِ أَنْ تُعْطِيهِ؟"

”تم اسے کیا دینا چاہتی ہو؟“

اس نے کہا: میں اسے کھجور دینا چاہتی ہوں۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا:

«أَمَا إِنَّكِ لَوْ لَمْ تُعْطِهِ شَيْئًا كُتِبَتْ عَلَيْكِ كِذْبَةٌ»

”اگر تم اسے یہ کہنے کے بعد کچھ نہ دیتی، تو تمہارے کھاتے میں ایک جھوٹ لکھ دیا جاتا۔“

رسول اللہ ﷺ بچوں کی عزت افزائی کے معاملے میں اس سے بھی زیادہ کچھ کہہ جاتے۔ مجلسِ نبوی میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما آپ ﷺ کی دائیں جانب بیٹھے تھے، جبکہ کبار صحابہ بائیں جانب تشریف فرما تھے۔ اسی دوران ایک برتن لایا گیا، جس سے پہلے رسول اللہ ﷺ خود پیا اور پھر کہنے لگے:

"يَا غُلَامُ، أَتَأْذَنُ لِي أَنْ أُعْطِيَ الأَشْيَاخَ"

”بیٹا! اگر تم اجازت دو تو میں یہ برتن پہلے بڑوں کو دے دوں۔“

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما جو اس وقت بچے تھے، کہنے لگے: جو شرف مجھے آپ کا جوٹھا پی کر مل رہا ہے، میں یہ دوسروں کے لیے کیسے چھوڑ سکتا ہوں؟ پھر آپ ﷺ نے پہلے انہیں برتن دے دیا۔

اولاد کے درمیان عدل کرنا بھی ان کا ایک حق ہے، اس سے ان کے دل درست رہتے ہیں اور ان میں محبت پیدا ہوتی ہے۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ اولاد میں عدل وانصاف کرنے کی تلقین کیا کرتے تھے، چاہے معاملہ چھوٹی سے چھوٹی چیز ہی کا کیوں نہ ہو۔، صحیح مسلم میں ہے کہ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میرے والد مجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گئے اور کہنے لگے: اے اللہ کے رسول! آپ گواہ بن جایئے کہ میں نے اپنے بیٹے نعمان کو اپنے مال کا اتنا حصہ دے دیا ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا:

«أَكُلَّ بَنِيكَ قَدْ نَحَلْتَ مِثْلَ مَا نَحَلْتَ النُّعْمَانَ؟»

”کیا تم نے اپنی ساری اولاد کو اتنا ہی مال دیا ہے؟“

انہوں نے کہا: نہیں، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

«فَأَشْهِدْ عَلَى هَذَا غَيْرِي»

”تو پھر کسی اور کو گواہ بنالو۔“

پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

«أَيَسُرُّكَ أَنْ يَكُونُوا إِلَيْكَ فِي الْبِرِّ سَوَاءً؟»

”کیا تم چاہتے ہو کہ تمہاری ساری اولاد ایک جیسی فرمان بردار ہو؟“

انہوں نے کہا: جی بالکل، میں ایسا ہی چاہتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

«فَلَا إِذًا»

”تو پھر ایسا نہ کرو۔“

اے امت اسلام! کتنا اچھا ہو کہ ہم نیکی پر اپنی اولاد کی تربیت کریں، انہیں لے کر کامیابی کے راستے پر چلیں، مکمل رحم دلی، بردباری اور نرمی کے ساتھ، کیونکہ چھوٹے بچوں کو حقوق اور واجبات کا علم نہیں ہوتا، اقدار اور معانی کا اندازہ نہیں ہوتا، اصول ومبادی کا ادراک نہیں ہوتا، یہ ساری چیزیں وہ آہستہ آہستہ اپنی زندگی میں سیکھتا ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ غلطیوں کی درستی کی فکر نہ کی جائے، بلکہ اصلاح ایسے طریقے ہو جس میں تعمیر ہو، خرابی نہ ہو، جو ادب سکھائے، جذبات کو ٹھیس نہ پہنچائے۔ جو نبی کریم ﷺ کی سیرت کا مطالعہ کرتا ہے، وہ دیکھتا ہے کہ آپ ﷺ بچوں کے رویے درست کرتے تھے، مگر احسن انداز میں، کہ جس میں کوئی توہین نہ ہو، تکلیف نہ ہو، ملامت زدگی یا دل آزاری نہ ہو۔ یہ ہیں سیدنا عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ پیش آنے والا ایک واقعہ بیان کررہے ہیں، فرماتے ہیں:

"كُنْتُ غُلَامًا فِي حِجْرِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، وَكَانَتْ يَدِي تَطِيشُ فِي الصَّحْفَةِ، فَقَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ:

”میں رسول اللہ ﷺ کی زیر تربیت ایک بچہ تھا۔ تو میرا ہاتھ کھانے کے برتن میں کبھی ادھر جاتا تو کبھی اُدھر۔

آپ ﷺ نے مجھ سے کہا:

«يَا غُلَامُ، سَمِّ اللهَ، وَكُلْ بِيَمِينِكَ، وَكُلْ مِمَّا يَلِيكَ.»

"بیٹا! اللہ کا نام لو، دائیں ہاتھ سے کھاؤ، اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔"

بیان کرتے ہیں:

«فَمَا زَالَتْ تِلْكَ طِعْمَتِي بَعْدُ» (صحیح بخاری)

"اس نصیحت کے بعد میں نے کھانے کا یہی طریقہ اپنا لیا۔"

اس حوالے سے سیرت میں بہت سے واقعات ملتے ہیں۔

تو اے امت محمد ﷺ! یہ ہے ہمارے رسول کی ہدایات، تو انہیں اپنا لو، یہ ہے ہمارے نبی ﷺ کا طرز عمل، تو اسے اختیار کر لو۔ میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں شیطان مردود سے!

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا﴾

"در حقیقت تم لوگوں کے لیے اللہ کے رسولؐ میں ایک بہترین نمونہ تھا، ہر اُس شخص کے لیے جو اللہ اور یوم آخر کا امیدوار ہو اور کثرت سے اللہ کو یاد کرے۔" (سورۃ الاحزاب:21)

اللہ مجھے اور آپ کو قرآن وسنت سے برکت عطا فرمائے! اس میں آنے والی آیات، ذکر اور دانش کی باتوں سے فیض یاب فرمائے! میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ اللہ سے اپنے لیے اور آپ کے لیے ہر گناہ اور غلطی کی معافی مانگتا ہوں۔ آپ بھی اسی سے معافی مانگو۔ یقیناً! وہ بہت معاف کرنے والا ہے۔

دوسرا خطبہ

ہر طرح کی حمد وثنا اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے! جس نے ہمیں نعمتِ اسلام سے سرفراز کیا، اور ہمارے لیے اپنے افضل ترین نبی کو مبعوث کیا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں۔ وہ واحد ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں، بہترین اخلاق والے ہیں، مومنوں کے لیے رؤف ورحیم ہیں۔ اللہ کی رحمتیں، برکتیں اور سلامتی ہو آپ ﷺ پر، آپ ﷺ کے آل پر، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر، تابعین پر اور قیامت تک ان نقش قدم پر استقامت کے ساتھ چلنے والوں پر۔

بعد ازاں! اے مؤمنو! اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے کہ اس نے دعا کو ایک بہترین فائدے والی عبادت بنایا ہے، اس کی تاثیر بہت زیادہ رکھی ہے۔ پھر دعا مانگنے کا حکم بھی دیا ہے، قبولیت کا وعدہ بھی کیا ہے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کا فضل، اس کی کرم نوازی، احسان اور سخاوت ہے۔

﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾

"تمہارا رب کہتا ہے: مجھے پکارو، میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا۔" (سورۃ غافر:60)

بیٹوں اور بیٹیوں کی نیکی میں والدین کی دعا کا بہت بڑا کردار ہوتا ہے۔ یہ ان تین دعاؤں میں شامل ہے جو بہر حال قبول ہوتی ہیں۔ سنن ابن ماجہ میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«ثَلَاثُ دَعَوَاتٍ يُسْتَجَابُ لَهُنَّ، لَا شَكَّ فِيهِنَّ: دَعْوَةُ الْمَظْلُومِ، وَدَعْوَةُ الْمُسَافِرِ، وَدَعْوَةُ الْوَالِدِ لِوَلَدِهِ»

"تین دعائیں ضرور قبول ہوتی ہیں، ان کی قبولیت میں کوئی شک وشبے کی گنجائش نہیں۔ مظلوم کی، مسافر کی اور اولاد کے لیے والد کی۔"

اولاد کو دعا دینا رسولوں اور نبیوں کا طریقہ ہے، یہ ہیں رب العالمین کے خلیل، جو اپنے پروردگار سے صالح اولاد مانگ رہے ہیں۔

﴿رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ﴾

"اے پروردگار، مجھے ایک بیٹا عطا کر جو صالحوں میں سے ہو۔" (سورۃ الصافات:100)

تو جواب ملا کہ ﴿فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ﴾

"پھر ہم نے انہیں ایک نیک دل فرزند کی بشارت دی۔" (سورۃ الصافات:101)

اولاد ملنے اور اچھی تربیت کرنے کے بعد بھی اولاد کے لیے دعا نہ چھوڑی۔ فرمایا:

﴿وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَعْبُدَ الْأَصْنَامَ﴾

"مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے بچا۔" (سورۃ ابراہیم:35)

اسی طرح فرمایا:

﴿رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ﴾

"پروردگار مجھے اور میری ذریت میں نماز قائم کرنے والے قرار دے اور پروردگار میری دعا کو قبول کرلے۔" (سورۃ ابراہیم:40)

ابرہیم اور اسماعیل کو اپنی اولاد کا اتنا خیال تھا کہ انہوں نے اپنی ذریت کے لیے بھی دعا کی، عرض کی:

﴿رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾

"اے رب، ان لوگوں میں خود انہیں کی قوم سے ایک ایسا رسول اٹھائیو، جو انہیں تیری آیات سنائے، ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور ان کی زندگیاں سنوارے تو بڑا مقتدر اور حکیم ہے۔" (سورۃ البقرہ:129)

اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول فرمائی، انہی کی نسل سے اگلوں اور پچھلوں کے سردار ہمارے نبی محمد ﷺ آئے، جن کا فرمان ہے:

"أنا دعوة أبي إبراهيم" (مسند احمد)۔

"میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا ہوں۔"

اسی طرح ماں کی اپنی اولاد کے لیے دعا بھی یقیناً قبول ہوتی ہے۔ یہ ہے عمران کی بیوی جو دعا کر رہی ہے کہ

﴿رَبِّ إِنِّي نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّي إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾

"میرے پروردگار! میں اس بچے کو جو میرے پیٹ میں ہے تیری نذر کرتی ہوں، وہ تیرے ہی کام کے لیے وقف ہوگا میری اس پیشکش کو قبول فرما تو سننے اور جاننے والا ہے۔"(سورۃ آل عمران:35)

جب ان کے یہاں بیٹی پیدا ہوئی تو کہنے لگیں:

﴿رَبِّ إِنِّي وَضَعْتُهَا أُنْثَى وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنْثَى وَإِنِّي سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ﴾ (سورۃ آل عمران:36)

"پروردگار! میرے ہاں تو لڑکی پیدا ہوگئی ہے حالانکہ جو کچھ اس نے جنا تھا، اللہ کو اس کی خبر تھی اور لڑکا لڑکی کی طرح نہیں ہوتا خیر، میں نے اس کا نام مریمؑ رکھ دیا ہے اور میں اسے اور اس کی آئندہ نسل کو شیطان مردود کے فتنے سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔"

اللہ نے ان کی دعا بھی قبول فرمائی۔ ان کی بیٹی کو برکت عطا فرمائی، اسے چن لیا، اسے ایک بڑی نشانی بنا دیا، انہیں عیسیٰ جیسی اولاد عطا فرمائی، اور انہیں اور ان کے بیٹے کو شیطان سے محفوظ فرمالیا۔

ہمارے نبی مکرم ﷺ کی تعلیمات میں بھی یہ بات شامل ہے کہ اپنی اولاد اور اپنے اولاد کی اولاد کو دعا دی جائے، اسی طرح آپ ﷺ صحابہ کی اولاد کو بھی دعائیں دیتے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے گلے لگا کر دعا کی کہ

"اللَّهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ"(صحیح بخاری)

"اے اللہ! اسے قرآن سکھا دے۔"

امام مسلم کی روایت میں ہے کہ

"اَللَّهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّينِ"

"اے اللہ! ہمیں اپنے دین کی سمجھ نصیب فرما۔"

تو ابن عباس حبر الامہ اور ترجمان القرآن بن گئے۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے کہ ام انس رضی اللہ عنہا نے کہا: اے اللہ کے رسول! اپنے خادم انس کے لیے دعا کیجیے۔ بیان کرتے ہیں: تو آپ ﷺ مجھے ہر بھلائی کی دعا دی۔ آپ ﷺ نے اپنی آخری عمر میں انہیں یہ دعا دی کہ

"اَللَّهُمَّ أَكْثِرْ مَالَهُ، وَوَلَدَهُ، وبَارِكْ له فِيما أَعْطَيْتَهُ"

"اسے مال کی فراوانی اور کثیر اولاد عطا فرما۔ اسے جو بھی دے، اس میں اسے برکت عطا فرما۔"

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

«فَإِنِّي لَمِنْ أَكْثَرِ الأَنْصارِ مَالًا، وَحَدَّثَتْنِي ابْنَتِي: أَنَّهُ دُفِنَ لِصُلْبِي مَقْدَمَ حَجّاجٍ البَصْرَةَ، بِضْعٌ وَعِشْرُونَ وَمِائَةٌ»

"انصاری صحابہ میں مالداروں میں سے ہوں۔ میری بیٹی نے مجھے بتایا ہے کہ جب حجاج بصرہ آیا تھا، اس وقت تک میری اپنی اولاد میں سے ایک سو بیس سے زائد دفن ہو چکے تھے۔"(صحیح بخاری)

اولاد کو بد دعا دینے والدین کو بچنا چاہیے، چاہے وہ انہیں ناراض ہی کیوں نہ کریں۔ صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اپنے آپ کو بد دعا نہ دو، نہ اپنے بچوں کو دو، اور نہ اپنے مال کو۔ عین ممکن ہے کہ قبولیت کی گھڑی ہو اور آپ کی دعا قبول ہو جائے۔" کتنی ایسی بد دعائیں ہیں جو ماں یا باپ کے منہ سے اپنے اولاد کے لیے نکلتی ہیں، اور اتفاقاً وہ قبولیت کی گھڑی ہوتی ہے۔ یہی دعائیں اس کے بگاڑ اور ہلاکت کا باعث ہو سکتی ہے۔ ہم اللہ کے غصے اور غضب سے اس کی پناہ میں آتے ہیں۔ نیک اور صالح لوگوں کی دعائیں استعمال کیا کرو، اللہ کے چنیدہ نیک بندوں کی دعائیں مانگا کرو، جیسے:

﴿رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا﴾

"اے ہمارے رب، ہمیں اپنی بیویوں اور اپنی اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک دے اور ہم کو پرہیز گاروں کا امام بنا۔"(سورۃ الفرقان:74)

اے مؤمنو! یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک عظیم حکم دیا ہے، جس میں اس نے پہلے اپنا ذکر فرمایا ہے۔ فرمایا:

﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾

"اللہ اور اس کے ملائکہ نبی پر درود بھیجتے ہیں، اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو۔"(سورۃ الاحزاب:56)

اے اللہ! رحمتیں نازل فرما! محمد ﷺ پر اور آپ ﷺ کی آل پر، جس طرح تو نے آل ابراہیم پر رحمتیں نازل فرمائی تھیں۔ اسی طرح برکتیں نازل فرما، محمد ﷺ پر اور آپ ﷺ کی آل پر، جس طرح تو نے آلِ ابراہیم پر برکتیں نازل فرمائی تھیں۔ تو بڑا قابل تعریف اور بزرگی والا ہے۔ اے اللہ! خلفائے راشدین، اصحاب ہدایت اماموں، ابو بکر، عمر، عثمان، اور علی سے، تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اور قیامت تک ان نقش قدم پر استقامت کے ساتھ چلنے والوں سے راضی ہو جا۔ اے سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والے! اپنی رحمت سے ہم سب سے بھی راضی ہو جا۔

اے اللہ! اسلام اور مسلمانوں کو عزت عطا فرما! اس ملک کو اور تمام مسلمان ممالک کو امن و سلامتی نصیب فرما! اے اللہ! ہر جگہ مسلمانوں کے احوال درست فرما۔

اے اللہ! ہم تیرے فضل وکرم، احسان اور کرم نوازی کا واسطہ دے کر سوال کرتے ہیں کہ ہمیں ہر شر اور برائی سے محفوظ فرما۔

اے اللہ! ہم سے مہنگائی، وبائی بیماریاں، سود، زنا، زلزلے اور آزمائشیں دور فرما، اور برے فتنے دور فرما! چاہے وہ کھلے فتنے ہوں یا چھپے۔

اے اللہ! ہم تیری پناہ چاہتے ہیں، سخت آزمائشوں سے، بد بختی سے، بری تقدیر سے، دشمنوں کے لیے مذاق بننے سے، بری تقدیر سے۔

اے اللہ! ہم تجھ سے ساری خیر کا سوال کرتے ہیں۔ جلد آنے والی اور دیر سے آنے والی، اس خیر کا جس کا ہمیں علم ہے اور اس خیر کا جس کا ہمیں علم بھی نہیں ہے۔ ہر برائی سے تیری پناہ میں آتے ہیں۔ جلد آنے والی برائی سے، دیر سے آنے والی برائی سے، اس خیر کا جس کا ہمیں علم ہے اور اس خیر کا جس کا ہمیں علم بھی نہیں ہے۔

اے اللہ! ہم تجھ سے جنت کا اور جنت کے قریب، لیجانے والے تمام اقوال واعمال کا سوا کرتے ہیں۔ آگ سے اور آگ کے قریب لیجانے والے تمام اقوال واعمال سے تیری پناہ میں آتے ہیں۔

اے اللہ! ہر معاملے میں ہمارا انجام بھلا بنا۔ دنیا کی رسوائی اور عذاب آخرت سے ہمیں محفوظ فرما۔

اے اللہ! ہمارے بیماروں کو شفا عطا فرما! ہم میں سے آزمائش میں پڑنے والوں کی آزمائشیں دور فرما! ہمارے فوت شدگان پر رحم فرما! اپنی رحمت سے ہمارے کمزوروں کی مدد فرما۔

اے اللہ! اے رب ذوالجلال! اے زندہ وجاوید! خادم حرمین کو ان کاموں کی توفیق عطا فرما جن سے تو خوش اور راضی ہوتا ہے۔ اسے اسلام اور مسلمانوں کی خدمت پر جزائے خیر عطا فرما!

اے اللہ! اسے اور اس کے ولی عہد کو کامیاب فرما! ایسے کاموں میں کامیاب فرما جن میں اسلام اور مسلمانوں کا بھلا ہو۔

اے اللہ! اے پروردگار عالم! تمام مسلمان حکمرانوں کو ان کاموں کی توفیق عطا فرما جن سے تو خوش اور راضی ہوتا ہے۔

اے سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والے! اے اللہ! ہمارے نوجوانوں کی حفاظت فرما، گمراہ فرقوں سے، اور غیر اسلامی افکار سے۔

اے اللہ! انہیں تفرقہ بازی اور جتھے بازی سے بچا، انہیں اعتدال اور وسطیت عطا فرما۔

اے اللہ! ان کے لیے ایمان کو محبوب بنا اور ان کے دلوں میں اسے مزین فرما۔ کفر، گناہ اور برائی کو ان کے دلوں میں ناپسند فرما۔ انہیں کامیاب فرما۔

اے اللہ! انہیں اپنے ملکوں اور قوموں کے لیے نفع بخش بنا۔

اے سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والے! اپنی رحمت، فضل وکرم اور احسان سے نواز دے۔

اے اللہ! جو ہمارا، ہمارے ملک کا، ہمارے جوانوں کا بد خواہ ہو، تو اسے خود ہی میں مصروف کر دے، اس کی چال اسی پر لوٹا دے۔ اپنی قوت، عزت سے۔ اے قوت اور عزت والے۔

اے رب ذوالجلال! اے اللہ! سرحدوں پر دن رات پہرہ دینے والے جوانوں کی مدد فرما! ان کی جلد مدد فرما۔

اے سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والے! تیرے سوا کوئی الٰہ نہیں! یقیناً! ہم نے ستم کیا ہے۔

اے اللہ! ہماری توبہ قبول فرما! ہماری گندگیاں دھو دے۔ ہماری دعا قبول فرما! ہماری حجت مضبوط فرما۔ ہمارے دلوں کی رہنمائی فرما، ہماری زبانیں درست فرما! اور ہمارے دلوں کی گندگی صاف کر دے۔

﴿قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾

”دونوں بول اٹھے، اے رب، ہم نے اپنے اوپر ستم کیا، اب اگر تو نے ہم سے درگزر نہ فرمایا اور رحم نہ کیا تو یقیناً ہم تباہ ہو جائیں گے۔“ (سورۃ الاعراف:23)

﴿رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ﴾

”اے ہمارے رب، ہمیں اور ہمارے اُن سب بھائیوں کو بخش دے، جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں اور ہمارے دلوں میں اہل ایمان کے لیے کوئی بغض نہ رکھ، اے ہمارے رب! تو بڑا مہربان اور رحیم ہے۔“ (سورۃ الحشر:10)

﴿سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ * وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ * وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾

”پاک ہے تیرا رب، عزت کا مالک، اُن تمام باتوں سے جو یہ لوگ بنا رہے ہیں اور سلام ہے مرسلین پر اور ہر طرح کی تعریف اللہ رب العالمین ہی کے لیے ہی ہے۔“ (سورۃ الصافات:180-182)

☆☆☆

فطرانہ کس چیز سے ادا کرنا چاہیے؟

نبی کریم ﷺ نے صدقۃ الفطر کی مقدار ایک ’صاع‘ مقرر فرمائی ہے، جو کہ اس وقت رائج بنیادی غذائی اجناس یعنی جو، منقی، پنیر، اور کھجور وغیرہ سے ادا کیا جاتا تھا۔ (صحیح بخاری:1510)

لہٰذا جو اجناس بطور بنیادی غذا استعمال ہوتی ہیں، جیسا کہ ہمارے ہاں، گندم اور چاول وغیرہ، ان میں سے ایک ’صاع‘ بطور صدقۃ الفطر دینا چاہیے۔

فطرانہ کے مستحقین کی مصلحت وضرورت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے، اجناس کی قیمت بھی ادا کی جا سکتی ہے۔ (لجنۃ العلماء للإفتاء، فتویٰ نمبر:290)